

ماہنامہ

اعلیٰ حضرت

بریلی شریف

جمادی الاخریٰ ۱۴۳۹ھ

March 2018

مدیر اعلیٰ

(مولانا) محمد سبحان رضا خاں "سبحانی میاں"

صد سالہ عرس رضوی کے سلسلہ میں
حضرت احسن میاں صاحب کی اپیل

۲۵ رصفر المظفر ۱۴۴۰ھ میں سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کے وصال کو ۱۰۰ ر سال پورے ہونے جا رہے ہیں ۔ ۱۴۴۰ھ/نومبر ۲۰۱۸ء میں صد سالہ عرس رضوی ہوگا ۔ رضویات پر کام کرنے والی تنظیمیں تحریکیں، جماعتیں، اکیڈمیاں، لائبریریاں اور ادارے ابھی سے صد سالہ عرس رضوی کو مثالی اور تاریخ ساز بنانے میں جٹ جائیں۔ ہر خطے میں تشہیری مہم شروع کر دیں ۔ اپنے علاقوں میں منعقد ہونے والے جلسوں، جلوسوں عرسوں وغیرہ میں ''صد سالہ عرس رضوی مبارک ہو'' لکھے ہوئے بینر اور پوسٹر ضرور شائع کریں۔ سنی رسائل و جرائد صد سالہ عرس رضوی کی مناسبت سے خصوصی شمارے نکالنے کی تیاری کریں۔ تصنیفی اور تالیفی ادارے اور مکتبے تصنیفات اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا خصوصی اہتمام کریں۔ صد سالہ عرس رضوی کے مبارک موقع پر رضویات پر کام کرنے والے علما، شعرا، مشائخ قلمکار، مضمون نگار، مصنفین ، مدرسین، مقررین اور دانشور حضرات کو ایوارڈ سے نوازنے کا جگہ جگہ اہتمام فرمائیں۔

(محمد احسن رضا قادری سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف)

United PRINTERS BAREILLY (M) 9319023803, 9548030384

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: امام اہلسنت، مجدد دین وملت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ العزیز

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بفیض رحانی
حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ
محمد حامد رضا قادری
علیہ الرحمہ

بانی رسالہ
مفسر اعظم حضرت علامہ
محمد ابراہیم رضا قادری
"جیلانی میاں" علیہ الرحمہ

سرپرست روحانی
احسن العلماء حضرت علامہ
سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں
علیہ الرحمہ
مارہرہ شریف

بفیض کرم
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ
محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری
علیہ الرحمہ

زیر سایۂ کرم
ریحان ملت حضرت علامہ شاہ
محمد ریحان رضا نوری قادری
علیہ الرحمہ

جلد نمبر ۵۸ شمارہ نمبر ۳

جمادی الاخریٰ ۱۴۳۹ھ
مارچ ۲۰۱۸ء
March 2018

مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ ریحان ملت، حضرت مولانا الحاج الشاہ
محمد سبحان رضا قادری "سبحانی میاں" مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

نائب مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج
محمد احسن رضا قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

مجلس مشاورت

حضرت علامہ مفتی عبد الواجد صاحب ہالینڈ
حضرت مفتی محمد شمیم اشرف ازہری مفتی اعظم ماریشس
حضرت مولانا ازہر القادری صاحب لندن
حضرت مولانا علی احمد صاحب سیوانی
حضرت مولانا صفی احمد صاحب رضوی انگلینڈ
حضرت مولانا محمد مسعود خوشتر صاحب ماریشس
حضرت مولانا عبد الجبار صاحب رحمانی پاکستان
عالی جناب راجہ گل نواز رضوی صاحب انگلینڈ
عالی جناب ڈاکٹر سید محمود حسین صاحب چنئی
عالی جناب الحاج نوشاد علی جواتا، ماریشس

کلام الامام - امام الکلام

شب لحیہ و شارب، ہے رخِ روشن دن
گیسو و شب قدر و برأت مومن
مژگاں کی صفیں چار ہیں دو ابروں ہیں
والفجر کے پہلو میں لیالِ عشرٍ

☆☆☆

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

☆☆☆

بوسہ گہِ اصحاب وہ مہر سامی
وہ شانۂ چپ میں اُس کی عنبر فامی
یہ طرفہ ہے کہ کعبہ جان و دل میں
سنگِ اسود نصیب رکن شامی

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پا جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں تصحیح کردی جائیگی۔

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

ماہنامہ اعلیٰ حضرت
۸۴، سوداگران بریلی شریف

Monthly Alahazrat
84, Saudagran, Bareilly Sharif
Pin-243003
Contact No.
(+91)-0581-2575683, 2555624 (Fax) 2574627
(Mob) (+91)-9359103539
E-mail: mahanamaalahazrat@gmail.com
E-mail: subhanimian@yahoo.co.in

ماہنامہ اعلیٰ حضرت انٹرنیٹ پر پڑھنے کے لئے
visit us: www.aalahazrat.in

چیک یا ڈرافٹ بنام
MAHNAMA ALA HAZRAT
A/c No. 0043002100043696
Punjab National Bank Civil Lines Bareilly

مجلس ادارت

مدیر	حضرت علامہ قاری عبد الرحمٰن خان قادری بریلوی
مدیر اعزازی	حضرت مفتی محمد سلیم بریلوی
مدیر معاون	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی کٹیہاری
مرتب	حضرت مفتی محمد انور علی رضوی بہرائچی
تزئین کار	جناب ماسٹر محمد زبیر رضا خاں بریلوی
کمپوزنگ	جناب مرزا توحید بیگ رضوی

زر سالانہ ممبر شپ

فی شمارہ:	-/25
زر سالانہ:	-/250
بیرون ملک:	25$ / امریکی ڈالر

کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی بریلی کورٹ ہی میں قابل سماعت ہوگی (ادارہ)

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر "مولانا سبحان رضا خاں" نے رضا برقی پریس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا۔

نوٹ: ادارہ کا مراسلہ نگار کی تحریر یا مضمون سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

فہرست

ہر ماہ انٹرنیٹ پر ماہنامہ اعلیٰ حضرت پڑھنے کے لیے کلک کریں ہماری اس ویب سائٹ پر۔

Website:-www.aalahazrat.in, E-mail:-subhanimian@yahoo.co.in

E-mail:-mahanamaalahazrat@gmail.com,saleembly@gmail.com

کھیت جل جائے گا، کھلیان بھی لُٹ جائے گا

اداریہ:- قاری عبدالرحمٰن خان قادری بریلوی، مدیر ماہنامہ اعلیٰ حضرت، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

ہندوستانی سیاستِ حاضرہ کے منظرنامے پر نظر ڈالتا ہوں تو حالات بد سے بدتر ہی نہیں بدترین نظر آتے ہیں، سیاست ہند کے بہت سے مراحل و مدارج دیکھے مگر موجودہ حالات کی مثال نظر نہیں آتی۔ جو کبھی نہیں ہوا وہ اب ہو رہا ہے۔ جو کسی نے نہیں کیا وہ وشو ہندو پریشد اور آر، ایس، ایس کے بے لگام اور بے خوف دہشت گرد کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمان کا جینا دن بدن مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے۔ مسلم نوجوانوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کے نئے نئے بے ہودہ اور غیر انسانی طریقے اپنائے جا رہے ہیں۔ کہیں نوجوان طالب علم کو خفیہ طور پر گرفتار کر کے ہمیشہ کے لیے غائب کر دیا جا رہا ہے۔ اس کی لاش کا بھی پتہ نہیں۔ کہیں مسلم نوجوان کو غیر مسلم محلے سے گزرتے دیکھا، چند ہندو دہشت گردوں نے جبراً قہراً پکڑ کر گھر میں گھسیٹ لیا اور اس کی آنکھیں اور دیگر قیمتی اجزائے جسمانی نکال کر فروخت کر دیئے۔ لاش کہیں بھی ڈال دی گئی۔ ہندو اکثریتی علاقوں میں مسلم لڑکیاں کس مظلومیت اور کرب و اضطراب کے عالم میں زندگی گزارتی ہیں نہ پوچھو؟ ہندو محلّوں سے گزرنا مشکل ہے۔ کبھی چھت سے اینٹ سر پر پڑ جاتی ہے جس سے بدن لہولہان اور کبھی غنڈے پھبتیاں کستے ہیں جس سے دل رنجیدہ، ذہن پریشان۔

''گئوکُشی اور لو جہادؔ'' کا مردہ ہندوستانی بساط سیاست پر کب سے پڑے پڑے سڑ رہا ہے اور تعفّن سے ساری فضا پراگندہ ہے مگر اہل سیاست اپنا الّو سیدھا کرنے میں لگے ہیں اور اس بدبودار مردے کو ٹھکانے لگانے کے بجائے ہر صحرا اور ہر گلشن کی فضائے خوش گوار کو مسموم اور نفرت انگیز بنانے میں لگے ہیں۔ وی، ایچ، پی اور آر، ایس، ایس کے آزاد غنڈے ہر طرف ''شتر بے مہار'' کی طرح آوارہ اور بے خوف دندناتے پھر رہے ہیں۔ انہیں نہ قانون کی پرواہ۔ نہ حکومت کا ڈر، نہ پولیس سے خائف، نہ کورٹ کا خطرہ۔ کہاوت مشہور ہے ''سیّاں بھئے کوتوال پھر ڈر کاہے کا''

ابھی چند ایام قبل اتر پردیش کے ضلع باغپت میں ''لو جہادؔ'' کے نام پر ایک مسلم نوجوان اور اس کے بھائی کو ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا گیا۔ یہ سفّا کی اور درندگی کہیں اور نہیں بلکہ اس اَیوان کے احاطے میں انجام دی گئی جس پر سبھی کو اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ جسے انصاف کی آماجگاہ یعنی نام نہاد عدالت کہتے ہیں۔ تمام خلق خدا کے سامنے پولیس انتظامیہ اور وکلاء کی موجودگی میں درندگی کا یہ ننگا ناچ۔ آخر کیا اشارہ کر رہا ہے؟ ارباب فہم و فراست اور صاحبان عقل و شعور کو بتانے

کی ضرورت نہیں۔ پولیس ذرائع سے موصول اطلاعات کے مطابق سہارنپور کا رہنے والا ایک مسلم نوجوان پنجاب میں باربری (نائی) کا کام کرتا تھا۔ اس کے سیلون (Saloon) پر ایک پنجابی لڑکی اکثر آتی جاتی تھی۔ جس سے اس مسلم نوجوان کے گہرے تعلقات قائم ہو گئے۔ دونوں نے برضا و رغبت آپس میں شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لڑکا اور لڑکی باغپت میں ''کورٹ میرج'' کے لیے ضروری قانونی کارروائی پورا کر ہی رہے تھے کہ کسی شاطر وکیل نے بھگوا تنظیموں کے افراد کو بذریعہ فون اطلاع دے دی۔ پھر کیا تھا؟ ہنگامہ ہو گیا۔ شور مچ گیا۔ قیامت آ گئی۔ بھگدڑ مچ گئی۔ ہندو شر پسندوں نے آتے ہی لڑکی، لڑکے اور اس کے بھائی کو وکیل کے چیمبر میں گھس کر نہایت بے دردی سے مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ اطلاع ملنے پر پولیس موقع واردات پر پہنچی اور جب پولیس لڑکی لڑکے اور اس کے بھائی کو اپنی گاڑی میں بٹھانے لگی اس وقت بھی شر پسند باز نہیں آئے۔ زدوکوب کرتے ہی رہے۔ گالیاں بکتے ہی رہے۔ لاٹھی ڈنڈے چلاتے ہی رہے اور پولیس خاموش تماشائی بنی دیکھتی رہی۔ بلکہ پولیس ان غنڈوں کے سامنے اتنی بے بس تھی کہ تھانے میں بھی وہ شر پسند غنڈے گھس گئے۔ پولیس نہ اُن کو روک سکی نہ ان کی بکواس پر کنٹرول کر سکی۔ تھانہ میں بھی ہنگامہ اور شور شرابہ ہوتا رہا۔ آخر یہ سب کیا ہے؟ لاقانونیت نہیں تو اور کیا ہے؟ انصاف کے منھ پر زبردست طمانچہ نہیں تو کیا ہے؟ آئین کے شفاف آنچل پر بدنما داغ نہیں تو کیا ہے؟ اکثر پولیس کی کارکردگی پر سوالیہ نشان لگائے جاتے رہے ہیں مگر پولیس بھی کیا کرے؟ وہ خود کسی کے ہاتھ کا کھلونہ ہے۔ کسی کے منحوس اشارے پر کام کرتی ہے۔ اس کی نظر میں رشوت اور منسٹر کی جو اہمیت ہے وہ کسی کی نہیں؟ محمد اخلاق، پہلو خاں، حافظ جنید، عمر خاں وغیرہ کے معاملات اس کی زندہ و تابندہ مثالیں ہیں۔ اب انصاف کیسا اور کہاں کا عدل؟ حال یہ ہے کہ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس''

ماضی قریب ہی کا واقعہ ہے کہ راجستھان میں بنگال کے مالدہ ضلع سے تعلق رکھنے والے افرازالاسلام کو ''لوجہاد'' کا بہانہ بنا کر دوستی کی آڑ میں پہلے تو بری طرح پیٹا گیا اور پھر پٹرول ڈال کر اسے آگ کے حوالے کر دیا گیا۔ اس طرح کے دل دوز اور بہیمانہ قتل کے مسلسل واقعات سے انسانیت لرزہ براندام ہے۔ آدمیت گریہ کناں ہے۔ اور ایک حسّاس و خوددار شخص سکتے میں ہے کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ ہندوستان کو برسرِ اقتدار پارٹی کہاں لے جانا چاہتی ہے؟ شریعت اسلامیہ میں مداخلت کا سلسلہ بڑی تیزی سے جاری وساری ہے۔ طلاق ثلاثہ کے سلسلہ میں کیا ہو رہا ہے؟ اہل نظر دیکھ رہے ہیں اور اہل دل اپنا کلیجا مسوس رہے ہیں۔ ایک وقت اور ایک مجلس میں تین طلاق طلاق ہی نہیں آخر یہ شریعت میں کھلی مداخلت نہیں تو کیا ہے؟ سوچیے! مَحرَم کی موجودگی کے بغیر کسی غیر محرم کے ساتھ سفر کرنا شریعت میں حرام ہے۔ ہندوستان اجازت دے رہا ہے۔ سفر حج کے لیے عورت کو محرم کی کوئی ضرورت نہیں۔ آخر یہ مداخلت نہیں تو کیا

ہے؟ ہر معاملہ میں ہندوستان اور ہندوستانی لیڈران کی پیروی نہیں کی جائے گی۔ جو حکم یا قانون۔شریعتِ اسلامیہ کے قانون سے متصادم ہوگا وہ ناقابلِ تسلیم ہے۔آج ہماری زبان وقلم پر پابندیاں لگائی جا رہی ہیں۔ہم اگر حق بات بھی بولیں تو پاپی ،مجرم اور غدّار ہیں۔وہ اگر غلیظ گالیاں بکیں،ترشول گھونپ گھونپ کر مارڈالیں،سرعام گشت وخون کا بازار گرم کریں،یا کباز عورتوں کی عصمتوں پر حملے کریں، تلواروں سے بچوں اور عورتوں کا خون بہادیں تو کوئی بات نہیں یہ کہاں کا انصاف ہے؟ سوچیۓ! ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ان حالات میں فوراً سے پیشتر مسلم قوم کو جاگنا ہوگا۔ہم حرام کو حرام اور حلال کو حلال سمجھیں۔کسی کی ماں بہن اور بیٹی کو غلط نظر سے نہ دیکھیں۔سچ بولیں اور سچے راستے پر چلیں۔جائز طریقے سے کاروبار کریں۔اللہ ورسول کے احکام بجالائیں تاکہ تائید غیبی ہماری دستگیری کرے۔

نہ جانیں کب ہماری تنظیمیں ،ہمارے ادارے،ہمارے قائدین ،ہمارے مذہبی رہنمایانِ قوم بیدار ہونگے۔اس سے زیادہ اور کیا ہونا ہے؟قتل بھی ہوئے،عزتیں بھی پامال ہوئیں،فصلیں بھی تباہ ہوئیں،کارخانے ،مکانات ،املاک اور جائدادیں بھی لٹیں، نوجوان مارے گئے،گھر جلے،خانہ بدوش بنادیئے گئے۔بتایئے! اس سے زیادہ اور کیا ہونا ہے؟اگر آپ غور کریں! تو یہ حقیقت ظاہر وعیاں ہے کہ ہماری خواب گاہ میں دشمن داخل ہو چکا ہے۔خنجر آبدار گردن پر رکھا جا چکا ہے۔اب بھی اگر نہ جاگے تو کبھی نہ جاگ سکیں گے۔آئین کے ساتھ چھیڑ چھاڑ ،شریعت محمدی میں کھلی مداخلت ،دستورِ ہند میں تبدیلی ،غیور وحساس مسلمان! آنکھیں کھول ،بیدار ہو،غور کر کہ جب شریعت ہی نہیں رہے گی تو پھر تو رہ کر کیا کرے گا؟ تمام کلمۂ طیبہ پڑھنے والوں اور اپنے نبی کی عزت وناموس پر اپنی جانیں قربان کر دینے والے جملہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

اتنی ناخوشگوار بلکہ زہریلی ہواؤں میں بھی اگر ہوش نہیں آیا اور ہمارے مدارس وجامعات اور روحانی خانقاہیں خواب خرگوش کے مزے لیتی رہیں تو مستقبل کتنا تاریک اور بھیانک ہے۔بتانے کی ضرورت نہیں۔حال کے آئینے میں مستقبل کا چہرہ دیکھا جا سکتا ہے۔دشمن کی چال ڈھال سے اس کے ناپاک عزائم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ؎

سن لے دہقان ! تجھے جاگنا ہوگا ورنہ
کھیت جل جائے گا ۔کھلیان بھی لُٹ جائے گا

یا پھر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ؎

اے مسلمان ! تجھے جاگنا ہوگا ورنہ
یہ تری لاش بھی ترسے گی حفاظت کے لیے

☆

ترجمہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

باب التفسیر

تفسیر: صدرالافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ

پیش کش: مولانا ابرارالحق رحمانی مدھوبنی

ترجمہ: پھر جب اسے جنا، بولی اے میرے رب یہ تو میں نے لڑکی جنی ۰ے اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں اے اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ۲ے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے تو اسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا ۳ے اور اسے اچھا پروان چڑھایا ۴ے اور اسے زکریا کی نگہبانی میں دیا جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے ۵ے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے۔ بیشک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے ۶ے یہاں ۷ے پکارا زکریا نے اپنے رب کو بولا اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد بے شک تو ہی ہے دعا سننے والا۔ تو فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا ۸ے

(سورۂ آل عمران پ۳، ع۱۱، آیت ۳۵ تا ۳۷)

تفسیر: ۰ے حنہ نے کہ کلمہ اعتذار کے طور پر کہا اور ان کو حسرت و غم ہوا کہ لڑکی ہوئی تو نذر کس طرح پوری ہو سکے گی اے کیونکہ یہ لڑکی اللہ کی عطا ہے اور اس کے فضل سے فرزند سے زیادہ فضیلت رکھنے والی ہے یہ صاحبزادی حضرت مریم تھیں اور اپنے زمانے کی عورتوں میں سب سے اجمل و افضل تھیں۔ ۲ے مریم کے معنی عابدہ ہیں۔ ۳ے اور نذر میں لڑکے کی جگہ حضرت مریم کو قبول فرمایا حنہ نے ولادت کے بعد حضرت مریم کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں احبار کے سامنے رکھ دیا یہ احبار حضرت ہارون کی اولاد میں تھے اور بیت المقدس میں ان کا منصب ایسا تھا جیسا کہ کعبہ شریف میں حجبہ کا چونکہ حضرت مریم ان کے امام اور ان کے صاحب قربان کی دختر تھیں اور ان کا خاندان بنی اسرائیل میں بہت اعلیٰ اور اہل علم کا خاندان تھا اس لئے ان سب نے جن کی تعداد ستائیس تھی حضرت مریم کو لینے اور ان کا تکفل کرنے کی رغبت کی حضرت زکریا نے فرمایا میں ان کا سب سے زیادہ حقدار ہوں کیونکہ میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں معاملہ اس پر ختم ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے قرعہ حضرت زکریا ہی کے نام نکلا ۴ے حضرت مریم ایک دن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا اور بچے ایک سال میں ۵ے بے فصل میوے جو جنت سے اترتے اور حضرت مریم نے کسی عورت کا دودھ نہ پیا ۶ے حضرت مریم نے صغرسنی میں کلام کیا جبکہ وہ پالنے میں پرورش پا رہی تھیں جیسا کہ ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اسی حال میں کلام فرمایا **مسئلہ**: یہ آیت کرامات اولیا کے ثبوت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر خوارق ظاہر فرماتا ہے حضرت زکریا نے جب یہ دیکھا تو فرمایا جو ذات پاک مریم کو بے وقت بے فصل اور بغیر سبب کے میوہ عطا فرمانے پر قادر ہے وہ بے شک اس پر قادر ہے کہ میری بانجھ بی بی کو تندرستی دے اور مجھے اس بڑھاپے کی عمر میں امید منقطع ہو جانے کے بعد فرزند عطا کرے بایں خیال آپ نے دعا کی جس کا اگلی آیت میں بیان ہے۔ ۷ے یعنی محراب بیت المقدس میں دروازے بند کر کے دعا کی ۸ے حضرت زکریا علیہ السلام عالم کبیر تھے۔ قربانیاں بارگاہ الٰہی میں آپ ہی پیش کیا کرتے تھے اور مسجد شریف میں بغیر آپ کے اذن کے کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا جس وقت محراب میں آپ نماز میں مشغول تھے اور باہر آدمی دخول کی اجازت کا انتظار کر رہے تھے دروازہ بند تھا اچانک آپ نے ایک سفید پوش جوان دیکھا وہ حضرت جبریل تھے انہوں نے آپ کو فرزند کی بشارت دی۔ جو ان اللہ یبشرک میں بیان فرمائی گئی۔

گلدستۂ احادیث

ترتیب وانتخاب: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ **محمد سبحان رضا سبحانی میاں** مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر، سوداگران بریلی شریف

حدیث: عن بريدة قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا مگر اب تم زیارت کیا کرو۔ (مسلم)

حدیث: عن ابن مسعود ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها نزهد في الدنيا و تذكر الآخره.

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا تو اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ ان کی زیارت کرو اس لیے کہ قبروں کی زیارت کرنا دنیا سے بیزار کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے (ابن ماجہ)

(۱) قبروں کی زیارت کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پائنتی کی جانب سے جا کر میت کے منہ کے سامنے کھڑا ہو اور یہ کہے۔ السلام عليكم اهل دار قوم مومنين انتم لنا سلف وانا ان شاء الله بكم لاحقون نسأل الله لنا ولكم العفو والعافية پھر تین یا پانچ یا سات یا گیارہ بار درود شریف پڑھے بعدہ جس قدر ہو سکے قرآن شریف کی سورتیں اور آیتیں تلاوت کرے مثلاً سورۂ یٰسین سورہ ملک، چاروں قل، سورہ فاتحہ الٓمٓ سے مفلحون تک آیۃ الکرسی اور آمن الرسول وغیرہ پھر آخر میں درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب کرے اور افضل یہ ہے کہ ایصال ثواب میں سب مؤمنین و مومنات کو شامل کرے کہ ہر ایک کو پورا پورا ثواب ملے گا اور کسی کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (ردالمحتار)

(۲) اولیائے کرام کے مزارات مقدسہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے۔ (بہار شریعت بحوالہ درمختار)

(۳) اولیائے کرام کی زیارت کرنا خدائے تعالیٰ سے محبت کی دلیل ہے اور زائرین کو کافر و بدعتی کہنا کھلی ہوئی گمرہی و بدعقیدگی ہے۔ تفسیر صاوی جلد اول ص ۲۴۵ / آیت کریمہ ابتغوا اليه الوسيلة کے تحت ہے کہ من الضلال البين والخسران الظاهر تكفير المسلمين بزيارة اولياء الله زاعمين ان زيارتهم من عباده غير الله كلا بل هي من جملة المحبة الى اهله۔ یعنی اولیاء اللہ کی زیارت کے سبب مسلمانوں کو اس خیال سے کافر کہنا کہ ان کی زیارت عبادت غیر اللہ ہے کھلی ہوئی گمرہی ہے اور خسارے کا سبب ہے (اولیا کی زیارت، عبادت غیر اللہ) ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ الحب في الله میں سے ہے۔

(۴) منکرات شرعیہ اگر ایام عرس میں پائے جائیں تو ان کی وجہ سے زیارت ترک نہ کرے اس لیے کہ ایسی باتوں سے نیک کام ترک نہیں کیا جاتا بلکہ اسے برا جانے اور اصلاح کی جدوجہد کرے۔ جیسا کہ ردالمحتار جلد اول ص ۶۳۱ / میں ہے۔ قال ابن حجر في فتاواه ولا تترك لما يحصل عندها من منكرات و مفاسد كاختلاط الرجال با لنساء وغير ذالك لان القربات لا تترك لمثل ذلك بل على الانسان فعلها وانكار البدع بل وازالتها ان امكن اه قلت ويؤيد مامرمن عدم ترك اتباع الجنازة وان كان معها نساء ونائحات تامل .

(۵) عورتوں کو عزیزوں کی قبروں پر جانا ممنوع ہے اس لیے کہ وہ جزع و فزع کریں گی۔

(۶) قبر کو سجدہ کرنا حرام ہے اور عبادت کی نیت سے ہو تو کفر ہے۔

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب، تخریج، تحقیق:- حضرت مولانا الحاج محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

کافر کے یہاں سے گوشت خریدنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع شریف مسائل ذیل کے متعلق (۱) راجستھان کے دیہات میں ہندو کھٹیک اجرت پر کسی مسلم فقیر سے جانور ذبح کرا کے گوشت فروخت کرتے ہیں۔ بعض اوقات ۱۰؍۲۰ کلو آرڈر ملنے پر اجرت بچانے کی طمع میں دوسرا بکرا خود ہی کاٹ لیا کرتے ہیں۔ کفار لا اعتبار عام ازیں کہ پہلا ذبیحہ بھی ذابح فقیر کے رخصت ہونے کے بعد کیا معتبر ہوگا؟ فقیر مصطفوی بریلوی نے فتویٰ دیا کہ ذابح کی موجودگی میں اس کی شہادت پر جو گوشت خریدا گیا وہی معتبر ہے باقی غیر معتبر ہے۔ تو گاؤں کے چند مسلم لوگوں نے فتوے پر عمل کرنے کے بجائے الٹا کافر کھٹیک سے شکایت کی کہ بریلی والے مفتی صاحب تمہارا گوشت خریدنے کو منع کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگوں نے اس فتوے پر عمل کیا۔ تو ان میں سے حق پر کون ہے اور نہ ماننے والوں کے لئے کیا حکم شرعی ہے۔

(۲) جو قصاب بدعقیدہ دیوبندی و وہابی گستاخ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ان کا ذبح کیا ہوا گوشت سنی مسلمانوں کو خریدنا کیسا ہے۔ کیا اس سالن پر میلاد و فاتحہ ہو سکتی ہے اور جو کھائے اس کے لئے کیا حکم ہے۔

(۳) مصنوعی قبر جو کہ اوپر ہے (اصل قبر نیچے ہے) اس پر چادر پھول ڈالنا جبکہ اصل قبر سے الحاق و اتصال نہ ہو تو کیا اس سے صاحب مزار کو فائدہ ہوگا یا نہیں نیز اس مصنوعی قبر کی تعظیم کرنا از روئے کتاب سنت کیسا ہے۔ بینوا توا جروا۔

المستفتی: (مفتی) محمد انوار الحق مصطفوی
یپجی باغ بریلی شریف، یوپی

الجواب: **اللھم ھدایۃ الحق و الصواب**: صورت مذکورہ میں حکم شرعی یہ ہے مشرک یعنی کافر سے گوشت خریدنا جائز نہیں اس کا کھانا حرام ہے اگرچہ وہ سو بار کہے کہ یہ مسلمان کا ذبیحہ ہے اس لئے کہ امر و نہی میں کافر کا قول اصلا مقبول نہیں درمختار میں ہے کہ **خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لافی الدیانات** (سائل) مفتی صاحب مصطفوی بریلوی نے جو فتویٰ دیا کہ ذابح کی موجودگی میں اس کی شہادت پر جو گوشت خریدا گیا وہی معتبر ہے باقی غیر معتبر ہے تو یہ درست ہے اور رہا باقی ۱۰؍۲۰ کلو آرڈر ملنے پر وہ ہندو جو بکرا کاٹ لیا کرتا ہے وہ سب ناجائز و حرام ہے اور جو لوگ حکم شرع پر عمل نہیں کرتے اگر جاہل ہیں تو انہیں سمجھائیں ورنہ حکم شرع جانتے ہوئے شریعت کے قانون کو نہ مانے تو اس پر لزوم کفر ہے۔ تجدید ایمان کرے اور اگر عورت رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی کرے اور یہ لوگ اگر حکم شرع پر عمل کریں تو ٹھیک ورنہ واقف حال مسلمان ان سے میل جول ترک کر دیں۔ **کما قال اللہ تعالیٰ** فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دیوبندی وہابی اپنے اقوال خبیثہ و کفریہ کے سبب کافر و مرتد خارج از اسلام ہیں علمائے حرمین شریفین کا متفقہ فتویٰ ہے **من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر** لہٰذا وہابی دیوبندی کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے مسلمانوں کو ان کے ہاتھ کا ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کھانا جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) مصنوعی قبر بے مقبور پر ہار و پھول ڈالنا جائز نہیں اس کی تعظیم بھی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبدہ المذنب محمد جہانگیر القادری غفرلہ
نزیل حال دار الافتاء منظر اسلام ۲۳؍ ربیع النور ۱۴۲۷ھ

خسرِ واولیاء، خاتم الاکابر، تاجدار مسند مارہرہ مطہرہ یعنی مجدد اعظم اعلیٰ حضرت کے

نورِ جاں عطر مجموعہ آل رسول

(قدس سرہما)

از: ضیغم اہل سنت علمبر دار مسلک اعلیٰ حضرت، مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی میلسی، پاکستان

خسرو اولیا ہیں آل رسول
شاہزادہ ہے احمد نوری

زینت عنوان ہمارے امام و مجدد سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین حجۃ اللہ علی الارضین مولانا شاہ علامہ امام احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر عظیم المرتبت شیخ طریقت مرشد برحق ہیں۔ جو دنیائے علم ومعرفت اور ارباب اہل طریقت میں خسر واولیاء، خاتم الاکابر اور تاجدار مسند مارہرہ مطہرہ کے روح پرور القابات سے معروف اور ان کی شہرت ومقبولیت ومحبوبیت شہرۂ آفاق ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اپنے شیخ طریقت مرشد برحق کو ''نورجاں عطر مجموعہ آل رسول'' کہہ کر یاد فرماتے اور اپنے مقبول خاص وعام، شہرۂ آفاق سلام، ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کے آخر میں پیرومرشد کے لیے تبعاً یوں عرض کیا۔

نورجاں عطر مجموعہ آل رسول
میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام

اور شجرۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں یوں عرض گزار ہیں۔

دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر
حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے

اور بعنوان ''ترنم عندلیب قلم بر شاخسار مدح اکرم حضور پیرومرشد علیہ رضوان الحق'' یوں رقم طراز ہیں۔

خوشا دل کہ دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول

اور اختتام پر بطور نذر عقیدت عرض کیا۔

مراز نسبت ملک است امید آنکہ بہ حشر
ندا کنند بیا! اے رضائے آل رسول

جنکی یہ عظمت وجلالت شان ہو ان کے رفعت مقام کا کیا کہنا۔

۸۵-۱۹۸۴ء میں فقیر دیار علم وفضل آستانۂ عالیہ رضویہ پر بریلی شریف حاضر ہوا۔ چند روز کے بعد مارہرہ مطہرہ آستانۂ عالیہ خانقاہ برکاتیہ قادریہ کا عزم کیا۔ مع احباب نماز فجر کے بعد جنکشن ریلوے اسٹیشن بریلی شریف سے بذریعہ ٹرین براستۂ بدایوں شریف شیخو پورہ۔ گنگا گھاٹ علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ کے پرانے شہر اوجھیانی کا سنگم پہنچے۔ وہاں سے تین پہیوں والی چھوٹی بس یا ویگن میں سوار ہو کر علی گڑھ روڈ پر مرپچی نامی بستی پہنچے۔ یہاں سے مارہرہ مطہرہ کے لیے گھوڑا ریڑے بافراط ملتے ہیں جو مدینۃ الاولیاء مارہرہ مطہرہ کو جاتے ہیں۔ اب شاید موٹریں چلنے لگی ہوں۔ بہرحال

ایک گھوڑا رہڑے یعنی ٹھیلے پر سوار ہوئے اور دیار روحانیت ومعرفت مارہرہ مطہرہ کی بابرکت پیاری بستی کی طرف روحانی فرحتوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستے میں سرراہ بہت موٹے موٹے تنوں والے بزرگ درخت سڑک کے دونوں طرف ہیں۔ دل ودماغ میں مسرتوں کی شادیانے بج رہے تھے کہ اس راستہ سے قطب زماں، غوث ہندوستاں سیدنا شاہ برکت اللہ قادری عشقی قدس سرہ کا بھی گزر ہوا ہوگا۔ ان بزرگ درختوں پر حضور سیدنا آل احمد اچھے میاں، حضور سیدنا شاہ ستھرے میاں، سیدنا شاہ آل رسول، سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں، سیدنا سید شاہ مہدی میاں، سیدنا سید اسمٰعیل میاں، حضور تاج العلماء سیدنا اولاد رسول محمد میاں، سیدنا سید آل مصطفیٰ، سیدنا حضور احسن العلماء وغیرہم قدست اسرارہم اور امام اہل سنت مجدد اعظم دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی، محبّ رسول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی، شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب، مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب نوری برکاتی، محدث اعظم پاکستان حضرت قبلہ شیخ الحدیث علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد قدست اسرارہم جیسے بزرگان دین کی بھی ان درختوں پر نظر پڑی ہوگی۔ تا آنکہ پھلوں پھولوں اور نہروں کی مہکتی ہوئی فضا کے ساتھ آستانۂ عالیہ خانقاہ برکاتیہ کے نور برساتے ہوئے مقدس نورانی گنبد نظر نواز ہونے لگے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا سارے بزرگ اکابر واسلاف ابھی اس راہ سے گزر کر گئے ہیں ؎

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

ہمیں درگاہ عالیہ خانقاہ معلیٰ کا پتہ کسی سے پوچھنے اور دریافت کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ خانقاہ برکاتیہ کے بابرکت گنبد ہماری رہنمائی کررہے تھے اور مزارات مقدس کی ایک کشش تھی کہ ہمیں اپنی طرف کھینچ رہی تھی کہ یہ سیدنا غوث اعظم قطب عالم کے نائب اور ان کے روحانی جانشین کا آستانہ ہے۔ یہ امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں صاحب کے پیران طریقت اور مرشد برحق کا آستانہ ہے۔ یہ یوپی میں بغداد کی تجلیات اور فیوض وبرکات کا آستانہ اور پیاری خانقاہ ہے۔ وضو شدہ تھے۔ پھر بھی از سرنو تازہ وضو کیا اور درگاہ معلیٰ میں بے تابانہ حاضر ہوگئے۔ صدر دروازے کے عین سامنے بڑے گنبد کے نیچے بانی سلسلہ قادریہ برکاتیہ سیدنا سید شاہ برکت اللہ عشقی اور سیدنا شاہ اچھے میاں، سیدنا شاہ ستھرے میاں قدست اسرارہم کے مزارات مقدسہ ہیں۔ ایک ایک مزار پر دل کھول کر سرور قلب کے ساتھ فاتحہ پڑھی۔ بار بار سلام عرض کیا۔ خانقاہ برکاتیہ کے اندر پچاسیوں پیران طریقت، اہل اللہ، مقبولان بارگاہ الٰہی جل وعلاء کے مزارات مقدسہ اور آستانۂ عالیہ کے اندر وباہر اور دائیں بائیں دالانوں وحجروں میں ان گنت کثیر التعداد بزرگان دین، مشائخ طریقت کے مزارات مقدسہ ہیں۔ ہم مزارات مقدسہ پر سلام وفاتحہ عرض کرتے ہوئے خاتم الاکابر، خسرو اولیاء سیدنا سید شاہ آل رسول برکاتی قدس سرہ کے مزار اقدس پر بے تابانہ حاضر ہوئے۔ مناقب پر وہ سارے اشعار وفرمودات جو سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے اکابر مشائخ طریقت کی بارگاہ عالی جاہ میں عرض کئے ہیں برمحل اور بروقت یاد آتے رہے اور زیر لب ان اشعار نے ایک کیف پیدا کیا۔ دیر تک دیکھتے رہے اور سلام وفاتحہ بار بار عرض

کرتے رہے اور سیدنا اعلیٰ حضرت کے وسیلہ وواسطے سے دعائیں کرتے رہے۔خانقاہ معلیٰ برکاتیہ کے اندرونی دروازے سے باہر آئے تو بائیں ہاتھ پرنورالعارفین قطب الکاملین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ کا مزار پرانوار ہے۔جنکی مدح میں سرکار اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ نے عرض کیا ہے ۔

میرے آقا کا لاڈلا بیٹا
نازوں پالا ہے احمد نوری
خسرو اولیاء ہیں آل رسول
شہزادہ ہے احمد نوری

اورعرض کیا ہے ۔

برتر قیاس سے ہے مقام ابو الحسین
سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابو الحسین
آقا سے میرے ستھرے میاں کا ہوا ہے نام
اِس اچھے ستھرے سے رہے نام ابو الحسین
ان کے بھلے سے لاکھوں غریبوں کا ہے بھلا
یا رب زمانہ باد بکام ابوالحسین

اور سرکار اعلیٰ حضرت شاہکار برکاتیت فاضل بریلوی قدس سرہ نے یہ بھی عرض کیا ہے ۔

میں خانہ زاد کہنہ ہوں، صورت لکھی ہوئی
بندوں ،کنیزوں میں مرے مادر پدر کی ہے

سیدنا سید شاہ آل رسول قبلہ قدس سرہ کے مزار اقدس سے ہم تاج العلماء اولادرسول سیدنا محمد میاں صاحب برکاتی قدس سرہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے۔دیر تک سلام عرض کیا۔فاتحہ پڑھتے رہے۔خانقاہ برکاتیہ کے عقبی حصے میں بھی حاضر ہوئے۔یہاں بھی بہت اہل اللہ، مشائخ طریقت، پیران عظام کے مزارات مقدسہ ہیں۔فقیر راقم الحروف (محمد حسن علی رضوی) کا ذہنی کیمرا کام کررہا تھا۔ ہر سمت سے، ہر جہت سے،مقدس گنبد اور بابرکت میناروں کا بھی نظارہ کیا۔دوراورنزدیک سے بھی خانقاہ عالیہ برکاتیہ کو دیکھا۔اس کی حلاوت وجاذبیت اور وہاں کی روحانی کیفیات ابھی تک باقی ہیں اور ان حضرات کا روحانی فیض جاری ہے اور نظر کرم باقی ہے۔خانقاہ برکاتیہ میں نور بار مزارات مشائخ سلسلہ کے نقشے وفوٹو بھی حاصل کیئے اور بحمدہ تعالیٰ پاکستان میں برکاتی خانقاہ اور برکاتی اکابرین کے مزارات کے فوٹو لانا اور مختلف اخبار وں،رسالوں کتابوں میں چھپوانے کی سعادت و برکت بھی اس فقیر قادری گدائے برکاتی کے حصے میں آئی۔

اُس وقت کے سجادہ نشین احسن العلماء سیدنا شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں برکاتی قبلہ قدس سرہ اُن دنوں بریلی شریف تھے اور موجودہ سجادہ نشین علامہ ڈاکٹر سیدنا سید مخدوم امین میاں برکاتی علی گڑھ رونق افروز تھے۔لہٰذا صرف ولی عہد سجادہ نشین سیدنا سید نجیب میاں برکاتی سلمہ ربہ (سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ نوریہ) سے شرف ملاقات حاصل ہوسکا۔برکاتی مسجد میں پیلی بھیت شریف،اوجھیانی، بدایوں کے زائرین موجود تھے۔ظہر کی نماز کے لیے فقیر نے ہی اذان دی۔فقیر ہی نے احباب کے اصرار پر نماز ظہر کی جماعت کرائی اور جمہور اہل سنت مسلمانان عالم کے لیے دعا کی۔

آئینۂ حیات کا اجمالی خاکہ: حضور خاتم الاکابر خسرو اولیاء

سیدنا سید شاہ آل رسول برکاتی قدس سرہ کی ولادت باسعادت رجب المرجب ۱۲۰۹ھ مطابق ماہ جنوری ۱۷۹۵ء مرکز روحانیت مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ یو پی میں ہوئی۔ اپنے بڑے چچا (یعنی تایاجان) حضور سیدنا آل احمد اچھے میاں اور والد ماجد حضور سیدنا سید شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہما کے ظل عاطفت وآغوش شفقت میں تربیت ونشونما پائی اور فیض صحبت سے فیضیاب ہوئے۔

تحصیل علوم و معارف: حضرت علامہ عین الحق مولانا شاہ عبدالمجید بدایونی اور حضرت علامہ شاہ سلامت اللہ کشفی قدس سرہما سے درسیات کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور معقولات وعلم کلام، فقہ و اصول فقہ کی اعلیٰ تعلیم حضرت مولانا انوار احمد فرنگی محلی وحضرت مولانا عبد الواسع سیدن پوری، حضرت علامہ مولانا شاہ نور الحق رزاقی لکھنوی المعروف ملا نور سے حاصل کی۔ ۱۲۴۶ھ میں مخدوم شیخ العالم عبدالحق ردولوی قدس سرہ متوفی ۸۷۰ھ کے عرس مبارک کے موقع پر اکابر علماء ومشائخ کے ہاتھوں سے دستار فضیلت اور سند علوم حاصل کیں اور درس حدیث شریف کے لیے دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی درسگاہ میں داخلہ لیا اور صحاح ستہ کی تکمیل کی اور سلاسل احادیث کی سندیں حاصل کیں۔

اجازت و خلافت: -حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہ کو اجازت وخلافت حضور سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں اور والد ماجد حضور سیدنا شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہما دونوں جلیل القدر عظیم المرتبت بزرگوں سے حاصل تھی۔

دہلوی سند حدیث کی تفصیل: آپ کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے جو اسناد حاصل ہیں ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے: علوم منامیہ، مصافحات مشابکہ، سند حدیث مسلسل بالادلتہ، حدیث مسلسل بالاضافہ، چہل اسماء، حذب البحر، سند قرآن کریم، دلائل الخیرات، حصن حصین، صحاح ستہ شریف ودیگر کتب حدیث وفقہ وتفسیرات وغیرہا۔

حضور خاتم الاکابر قدس سرہ کی بابرکت وباعظمت شخصیت مقدسہ بڑی باکمال اور مقبول انام تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو خاندانی وموروثی برکات کے ساتھ ذاتی محاسن وکمالات کا بھی کثیر و وافر حصہ مرحمت فرمایا تھا۔ بلند اخلاق اور بافیض، منبع حسنات و برکات تھے اور دست کشادہ رکھتے تھے۔ عربی علوم وفنون کے ساتھ فن طب میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی جو درجۂ کمال کو پہنچی تھی۔ مولوی عبد الحئ رائے بریلوی نے آپ کے کمالات کا اعتراف یوں کیا ہے: ''کان شیخا جلیلاً مهابا رفیع القدر بارعا فی الحدیث والتصوف والطب''

خانقاہ عالیہ برکاتیہ میں اصطلاحات: آپ جامع کمالات، متحرک و فعال اور سرگرم شخصیت کے مالک تھے۔ جہد مسلسل کے علمبردار تھے۔ آپ نے اپنے عہد سجادہ نشینی میں خانقاہ عالیہ برکاتیہ قادریہ کی مثالی خدمات سرانجام دیں۔ مدرسہ، مدرسین کا انتظام فرمایا، علماء، مشائخ، فقراء، مدرسین اور طلبہ کے لیے حجرے، خلوت خانے تعمیر کرائے۔ عالم، حافظ، قاری، طبیب خانقاہ میں مقرر فرمائے۔ برکاتی جامع مسجد میں امام و مؤذن اور خادم مقرر فرمائے۔ ان سب کے وظائف اور حق خدمت کا انتظام فرمایا۔ پہلے مریدین اپنی مرضی سے جز وقتی بلا معاوضہ خدمت کی سعادت حاصل

کرتے تھے مگر آپ نے ایک تنخواہ دار منشی ومحاسب مقرر فرمایا جو آمد و خرچ خانقاہ کا مکمل شفاف حساب و کتاب لکھتا اور رکھتا تھا۔ کبھی بھی کسی بھی قسم کی بدنظمی نہیں ہوئی۔

کشف وکرامات: -حضور سیدنا شاہ آل رسول برکاتی قدس سرہ کمال درجہ کے منکسر المزاج ،نرم دل ،متواضع بزرگ تھے۔ دوسری طرف صاحب کشف و کرامات بزرگ ، یگانۂ زمانہ تھے۔ آپ کی کرامات احاطہ تحریر میں نہیں آسکتیں۔ صرف ایک کرامت پر اکتفا کرتا ہوں:

''بدایوں شریف کے ایک بزرگ جو آپ کے مرید خاص تھے ایک مرتبہ سوچنے لگے کہ معراج شریف چند لمحوں میں کس طرح ہوگئی ؟ (زبان سے کچھ کہا نہیں صرف دل میں خیال آیا) سیدنا شاہ آل رسول اس وقت وضو فرمارہے تھے فوراً اس سے کہا: میاں! اندر سے ذرا تولیہ لانا۔ جب وہ بدایونی صاحب اندر گئے تو ایک کھڑکی نظر آئی۔ اس طرف نگاہ ڈالی تو کیا دیکھتے ہیں۔ ایک پرفضا باغ ہے۔ وہ دیکھتے ہوئے آگے بڑھا اور سیر کرتا ہوا ایک بڑے شہر میں پہنچ گیا۔ وہاں اس نے کاروبار شروع کردیا۔ شادی کی ،اولاد ہوئی۔ مختصر یہ کہ اس طرح بیس برس کا عرصہ گزر گیا جب اچانک حضور سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہ نے آواز دی تو گھبرا کر کھڑکی پر آئے اور تولیہ لے کر حضرت اقدس ممدوح معظم کی بارگاہ ذی جاہ میں حاضر ہوئے اور حیرت زدہ رہ گئے کہ حضرت اقدس کے چہرۂ مبارکہ پر وضو کے پانی کے قطرے موجود ہیں اور ہاتھ بھی تر ہیں۔ حضور خسرو اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی حیرانی دیکھ کر فرمایا: ''میاں! وہاں بیس برس رہے۔ شادی بھی کی۔ اولاد بھی ہوئی اور یہاں ابھی تک وضو کا پانی بھی خشک نہیں ہوا؟ بتاؤ! اب تو معراج شریف کی حقیقت سمجھ میں آ گئی؟'' (تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ) یہ ایک ایسی درخشاں اور نمایاں کرامت ہے جس میں کئی کئی کرامات پنہاں ہیں۔

اعلیٰ حضرت بارگاہ خاتم الاکابر میں: -ایک روز سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت روتے روتے سوگئے۔ ایک بزرگ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عنقریب ایک آنے والا آئے گا جو تمہارے دل کی دوا کرے گا۔ دوسرے یا تیسرے روز تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ عبد القادر قادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدایوں سے تشریف لائے اور آپ کو اپنے ہمراہ خانقاہ عالیہ برکاتیہ میں سیدنا شاہ آل رسول قادری کی بارگاہ میں لے گئے۔ حضور خاتم الاکابر نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا: آیئے! مولانا ہم تو کئی روز سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت فرمایا اور اسی وقت سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ اور جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت سے مشرف فرمایا۔ وہاں کے موجودین میں بعض کو رشک ہوا۔ عرض کیا: حضور! اس بچے پر اتنی جلدی ایسا کرم کیسے ہوا؟ یہاں لوگوں کو مدتیں گزرجاتی ہیں۔ حضور سیدنا خاتم الاکابر نے فرمایا: ''اے لوگو! تم احمد رضا کو کیا جانو؟ اوروں کو تیار کرنا پڑتا ہے۔ یہ بالکل تیار آئے تھے۔ صرف نسبت کی ضرورت تھی اور فرمایا کل بروز قیامت جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا اے آل رسول تو دنیا سے کیا لایا؟ تو میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔'' بعض لوگ اس روایت کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔

خاتم الاکابر کے جلیل القدر خلفائے کرام: نور العارفین شیخ الکاملین سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علامہ امام احمد رضا فاضل بریلوی، رئیس الاتقیاء حضرت

علامہ مفتی محمد نقی علی خاں صاحب بریلوی، شیخ المشائخ سیدنا شاہ علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی، حضرت مولانا قاضی عبدالسلام عباسی بدایونی، حضرت سید شاہ تجمل حسین شاہجہاں پوری، حضرت مفتی محمد شرف علی صدیقی بدایونی، حضرت مفتی محمد حسن خاں بریلوی، حضرت قاضی مولانا شمس الاسلام بدایونی، حضرت سیدنا سید شاہ ظہور حسن مارہروی، حضرت سیدنا سید شاہ ظہور حسین مارہروی، حضرت سید شاہ ابوالحسن خرقانی، حضرت سید شاہ محمد صادق صاحب مارہروی، حضرت سید شاہ امیر حیدر صاحب، حضرت سید شاہ حسین حیدر رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

اعلیٰ حضرت کوعطا فرمودہ خلافتوں کی تفصیل:

(۱) قادریہ برکاتیہ جدیدہ (۲) قادریہ آبائیہ قدیمیہ (۳) قادریہ اھدائیہ (۴) قادریہ رزاقیہ (۵) قادریہ منصوریہ (۶) چشتیہ نظامیہ قدیمیہ (۷) چشتیہ محبوبیہ جدیدہ (۸) سرور یہ واحدیہ (۹) سہروردیہ فضیلیہ (۱۰) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ (۱۱) نقشبندیہ علائیہ علویہ (۱۲) بدیعیہ (۱۳) علویہ منامیہ وغیرہ

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت پر غیر متزلزل اعتماد: خسرو اولیاء خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول برکاتی قدس سرہ اپنے ولیعہد سجادہ نشین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ''میاں صاحب !میری اور میرے (اکابر) مشائخ کی تمام تصانیف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ جب تک مولانا احمد رضا کو نہ دکھائی جائیں شائع نہ کی جائیں۔جس کو یہ بتائیں وہ چھپے ،وہ چھاپی جائے۔جس کو منع کر دیں وہ ہرگز نہ چھاپی جائے۔جو عبارت یہ بڑھا دیں وہ میری اور میرے مشائخ کی جانب سے بڑھی ہوئی سمجھی جائے اور جس عبارت کو کاٹ دیں وہ کٹی ہوئی سمجھی جائے۔یہ اختیار ان (مولانا احمد رضا) کو بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عطا ہوئے ہیں۔''(ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ،سیدین نمبر صفحہ ۲۶۳ وتجلیات امام احمد رضا صفحہ ۳۶)

وصال باکمال: حضور سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہ کا وصال شریف ۱۸/ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ ۳/دسمبر ۱۸۷۹ء میں چہار شنبہ مارہرہ مطہرہ میں ہوا ۔عرس مبارک مارہرہ مطہرہ اور بریلی شریف میں ۱۸،۱۷،۱۶ ذی الحجہ کو سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عہد سے فیض بخش عام ہوتا ہے۔مادۂ تاریخ وصال قرآن عظیم کی اس آیت سے ہے۔''عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودا۔(۱۲۹۶ھ)''

مسلک اعلیٰ حضرت اور اکابرین مارہرہ مقدسہ: مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ کے مسلک حق بالفاظ دیگر ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی جتنی تبلیغ واشاعت آستانہ قدسیہ خانقاہ عالیہ برکاتیہ کے جلیل القدر مشائخ کرام وسجادہ نشین حضرات نے فرمائی اس کی مثال اور نظیر نہیں ملتی ۔اس کے اثبات میں ۵۰/کتابوں کے مستند حوالہ جات ذہن میں گردش کررہے ہیں اور صفحۂ قرطاس پر آنا چاہتے ہیں مگر اختصار مانع ہے لیکن اس وقت صرف ''ماہنامہ اشرفیہ'' کے سیدین نمبر جو حضور سید العلماء مولانا شاہ سید آل مصطفیٰ میاں اور حضور احسن العلماء سیدنا سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہما ہر دو سابقہ سجادہ نشین حضرات کی یاد میں بالخصوص اور دیگر جلیل القدر اکابرین مارہرہ مقدسہ کی یاد میں شائع ہوا جن کی زیارت سے یہ فقیر راقم الحروف (محمد حسن علی) مشرف ہے، سے چند حوالہ جات پیش کرتا ہے۔ملاحظہ ہوں: صفحہ ۱۶۰،۱۷۴،۱۷۶،۸۳۱،۸۳۷،۵۰۶،۱۰۸۰،

۹۱۴،۳۳۳،۳۹۵،۲۶۳، ۲اور صفحہ ۳۹۵وغیرہا ۵۰ ر سے زائد مقامات پر مسلک اعلیٰ حضرت ،مسلک اعلیٰ حضرت موجود ہے۔موجودہ سجادہ نشین حضرت فیض درجت ،شیخ طریقت علامہ ڈاکٹر پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ کے جلیل القدر والد گرامی ،سابق سجادہ نشین حضوراحسن العلماء قدس سرہ جن کی زیارت سے فقیر راقم الحروف (محمد حسن علی) مشرف ہے۔کیا خوب فرماتے ہیں۔"ہمارے گھر کے بچوں کو گھٹی میں اعلیٰ حضرت کی محبت اور عظمت پلائی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ خانقاہ برکاتیہ کا ہر ہر فرد اعلیٰ حضرت کا گیت گاتا رہتا ہے۔(برکاتیہ خانقاہ) کے اعراس واجلاس میں اس مقدس خانقاہ کے سجادہ نشین و دیگر افراد اعلیٰ حضرت کے فضائل و مناقب بیان کرنے سے تھکتے نہیں۔"(سیدین نمبر ۳۱۳) اور فرمایا: "خانقاہ برکاتیہ کا موقف ہمیشہ سے یہی ہے کہ انہوں نے کلیات تو کلیات ،اصول تو اصول ،فروع میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتوے پر عمل فرمایا۔مثلاً اذان ثانی جمعہ کا مسئلہ کہ بعد کے علمائے بدایوں کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتوی پر عمل کیا۔"(ملخصاً ماخوذ از سیدین نمبر اشرفیہ خصوصی نمبر)

حضور سید العلماء سیدنا آل مصطفیٰ اولاد حیدر قدس سرہ اکثر فرمایا کرتے تھے:"علمائے متقدمین وفقہائے محدثین کا علم واجتہاد، انکی فضیلت وعظمت سرآنکھوں پر،ہمیں تو اپنے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں۔"(سیدین نمبر صفحہ ۳۷۹)

حضور سید العلماء سابق سجادہ نشین مارہرہ مطہرہ نے کیا خوب فرمایا ؎

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے
یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ آباد

نعت پاک

ازقلم:مولانا اختر رضا قادری،ایم اے

نبی کا گنبد خضریٰ سراسر خوبصورت ہے
مدینہ کا ہر اک ذرّہ منور خوبصورت ہے

نہ کرنا ذکر بالکل باغ جنت کا تو اے رضواں
تصور میں مرے طیبہ کا منظر خوبصورت ہے

جبین دل کے سجدوں نے بنایا ہو جسے کعبہ
معظم کتنا نقشِ پائے سرور خوبصورت ہے

رہائش ہو جہاں حسنین و زہرا اور حیدر کی
وہ گھر تو آج تک بیشک معطر خوبصورت ہے

حسینان جہاں اِتراتے کیوں ہو حسن پر اپنے
نگاہوں میں مری رب کا پیمبر خوبصورت ہے

ہلال و بدر کا بھی حسن پھیکا پڑ گیا یارو!
حسیں ہر ایک شئ سے روئے سرور خوبصورت ہے

نبی کا کلمہ پڑھتے ہی بلال اک دم ہوئے روشن
زمانہ کہہ اٹھا کیا روئے انور خوبصورت ہے

فرشتوں نے جناب فاطمہ تم کو نہیں دیکھا
یہی پردہ زمانہ میں عجب تر خوبصورت ہے

دکھائی جا رہی محبوبیت کی شان محشر میں
اسی باعث قیامت کا یہ منظر خوبصورت ہے

جسے ہو جائے اخترؔ خواب میں دیدار آقا کا
وہ زائر بالیقیں ہر شئ سے بہتر خوبصورت ہے

ابدالِ وقت کے ایک واقعہ کی وجہ سے

اعلیٰ حضرت پر کیے گئے دیوبندی اعتراض کا جواب

تحریر: میثم عباس قادری رضوی

''کراماتِ اعلیٰ حضرت'' نامی کتاب میں اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت علامہ مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ سے منسوب ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے، واقعہ کچھ یوں ہے:

''اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کے خادمِ خاص حاجی کفایت اللہ صاحب بیان فرماتے ہیں: اعلیٰ حضرت بنارس تشریف لے گئے ایک دن دوپہر کو ایک جگہ دعوت تھی۔ میں ہمراہ تھا۔ واپسی میں تانگے والے سے فرمایا اس طرف فلاں مندر کے سامنے سے ہوتے ہوئے چل۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اعلیٰ حضرت بنارس کب تشریف لائے اور کیسے یہاں کی گلیوں سے واقف ہوئے۔ اس مندر کا نام کب سنا؟ اسی حیرت میں تھا کہ تانگہ مندر کے سامنے پہنچا۔ دیکھا کہ ایک سادھو مندر سے نکلا اور تانگہ کی طرف دوڑا۔ آپ نے تانگہ رُکوادیا۔ اس نے اعلیٰ حضرت کو ادب سے سلام کیا اور کان میں کچھ باتیں ہوئیں جو میری سمجھ سے باہر تھیں۔ پھر وہ سادھو مندر میں چلا گیا۔ ادھر تانگہ بھی چل پڑا۔ تب میں نے عرض کی: حضور! یہ کون تھا؟ فرمایا ''ابدالِ وقت'' عرض کی: مندر میں؟ فرمایا آم کھایئے، پتے نہ گنیئے''۔

یہ واقعہ بعد ازاں ''امام احمد رضا اور تصوف'' (صفحہ ۹۸ مطبوعہ مصلح الدین پبلیکیشنز، کھارادر، کراچی) اور دیگر کتب میں بھی نقل کیا گیا۔

مفتی مجاہد دیوبندی نے اس واقعہ کی وجہ سے اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرتے ہوئے اس کا عنوان ان الفاظ میں قائم کیا: ''احمد رضا کے ہندوؤں سے تعلقات''۔ ملاحظہ ہو کتاب ''ہدیۂ بریلویت'' صفحہ ۱۵۵ (مطبوعہ دارالنعیم، اردو بازار، لاہور)

سوشل میڈیا پر بھی اس واقعہ کی بِنا پر دیوبندیوں کی جانب سے مختلف قسم کے فضول تبصرے کیے جاتے ہیں۔ اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ اس اعتراض کا مختصر جواب دے دوں تاکہ معترضین کے منہ بند ہوسکیں۔

مؤمنِ آلِ فرعون:

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَهٗ۔

(سورۂ مؤمن: ۲۸)

ترجمہ مولوی محمود حسن دیوبندی: ''اور بولا ایک مرد ایماندار فرعون کے لوگوں میں، جو چھپاتا تھا اپنا ایمان''۔

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے لکھا: ''یعنی ایک مردِ مومن جس نے فرعون اور اُس کی قوم سے اپنا ایمان ابھی تک مخفی رکھا تھا''۔

سیدی اعلیٰ حضرت کے متعلق بیان کردہ واقعہ (بشرط صحتہا) میں سادھو کی شکل میں جو شخص اعلیٰ حضرت کو مِلا وہ بھی مؤمنِ آلِ فرعون کی طرح اپنا ایمان چھپاتا تھا اِسی لیے اس روپ کو اپنائے ہوئے تھا، وگرنہ اگر وہ معاذاللّٰہ مسلمان نہ ہوتا تو اعلیٰ حضرت کبھی بھی اس کو ''ابدالِ وقت'' نہ کہتے۔

اس اعتراض کے جواب میں اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں ہے، لیکن ذیل میں دیوبندیوں کے نزدیک مُسَلّمہ کتب سے ''علاج بالمثل'' کے لیے کچھ اِلزامی جوابات بھی نقل کیے جاتے ہیں تاکہ دیوبندی معترضین کو مزید افاقہ ہو۔

مقامِ صدیقیت پر فائز مسلمان بادشاہ عیسائی کے روپ میں:

جس کتاب سے یہ واقعہ پیش کیا جارہا ہے اس کے متعلق عرض کردوں کہ اس کتاب کا ترجمہ مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی کے کہنے پر کیا گیا، چنانچہ اس کے شروع میں ناشر محمد زکی دیوبندی نے تھانوی صاحب کے ایک وعظ کا اقتباس نقل کیا ہے، جس میں تھانوی صاحب نے کہا:

''اہلِ محبت کے تذکرے دیکھا کرو، میں نے ایک کتاب ''روض الریاحین'' کا جس میں پانچ سو بزرگوں کی حکایتیں ہیں، اردو میں ترجمہ کرادیا ہے، پانچ سو وہ اور پانچ سو دوسری معتبر حکایتوں کا اضافہ کرکے اس کا لقب ''ہزار داستان'' رکھا ہے جو عنقریب چھپ جائے گی۔ میرا یقین ہے کہ جو شخص ساری کتاب اچھی طرح سمجھ کر دیکھے گا ضرور عاشق ہوجائے گا، آخر ایک ہزار عشاق کا تذکرہ دیکھنے سے کہاں تک اثر نہ ہوگا''۔

(نزہۃ البساتین اردو ترجمہ روض الریاحین صفحہ۴ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔ مترجم مولوی جعفر علی نگینوی)

دیوبندی ناشر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ (یہ کتاب):

''پاکستان میں دستیاب نہ تھی، لہٰذا اسے شائع کرنے کا حکم حضرت تھانویؒ کے خلیفۂ خاص مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے احقر کو دیا''

(نزہۃ البساتین اردو ترجمہ روض الریاحین صفحہ۴ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔ مترجم مولوی جعفر علی نگینوی)

نوٹ: اس اقتباس میں دیوبندی علما کے ساتھ کلماتِ ترحیم اور القابات دیوبندی ناشر کی جانب سے لکھے گئے ہیں۔

پیش کیے گئے ان اقتباسات سے اس کتاب کی ثقاہت دیوبندی مذہب کے دو اکابر علما سے ثابت ہوگئی، اب اسی کتاب سے ذیل کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

''شیخ مغادری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں چند سال تک جنگ کا شوقین رہا اور چند سال سیر وسیاحت کا حریص رہا، میں بعض کاموں کے سبب حکمائے کفار کے شہروں میں داخل ہوتا تھا اور پوشیدہ ہوجانا میرے اختیار میں تھا، اگر میں چاہتا تو وہ مجھے دیکھ سکتے تھے اور اگر نہیں چاہتا تھا تو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایک بار حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ میں ان کے شہر میں داخل ہوجاؤں اور ایک صدیق سے ملاقات کروں، چنانچہ میں پہنچا اور اپنے آپ کو انہیں دکھایا، انہوں نے مجھے گرفتار کرلیا اور میرا گرفتار کرنے والا بہت خوش ہوا اور میری مشکیں باندھ کر بازار میں لے آیا تاکہ مجھے بیچے اور یہی طریقہ مجھے بھی مطلوب تھا جس کا مجھے حکم ہوا تھا، اس

سے مجھے ایک معتبر آدمی سوار نے خریدا اور مجھے گرجا پر وقف کردیا تا کہ میں اس کی خدمت کیا کروں۔ میں ایک مدت تک اس کی خدمت کرتا رہا، ایک دن گرجا میں ان لوگوں نے بہت سے فرش بچھائے اور بَخُور جلایا اور بہت سی خوشبو کی گئی۔ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا بادشاہ کی عادت ہے کہ سال میں ایک بار گرجا میں آتا ہے اب اس کی زیارت کا وقت آ گیا ہے، ہم اس کے واسطے تیاری کررہے ہیں اور گرجا کو خالی کردیتے ہیں۔ وہ تنہا ہی آکر اس میں عبادت کرتا ہے۔ جب انہوں نے دروازہ بند کردیا تو میں صرف وہاں رہا اور ان کی نظر سے چھپ گیا، وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ اتنے میں بادشاہ آگئے اور ان کے واسطے دروازہ کھولا گیا اور وہ تنہا داخل ہوئے اور دروازہ بند کردیا گیا۔ پھر وہ گرجا میں چاروں طرف تلاش کرتے پھرتے رہے، انہیں میں دیکھتا تھا اور وہ مجھے نہیں دیکھتے تھے، جب اطمینان کرلیا تو قربان گاہ میں پہنچے جو گرجا میں تھا اور قبلہ کی جانب منہ کرکے تکبیر کہی، اس وقت مجھ سے فرمایا گیا کہ کہ یہ وہی ہیں جن سے ہم تمہیں ملانا چاہتے ہیں، چنانچہ میں ظاہر ہوکر ان کے پیچھے سلام پھیرنے تک کھڑا رہا، سلام پھیر کر انہوں نے میری طرف دیکھا، کہا تُو کون ہے؟ میں نے کہا! آپ جیسا مسلمان ہوں۔ فرمایا تمہیں یہاں کون چیز لے آئی؟ میں نے کہا آپ۔ اب وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور حال پوچھا۔ میں نے کہا کہ مجھے آپ سے ملنے کا حکم ہوا تھا اور اس کا کوئی طریقہ سمجھ میں نہ آیا۔ مگر اس صورت سے کہ قید ہوکر بکوں، اور وہ مجھے گرجا کا خادم بنادیں اور ہر موقعہ پر میں نے ان کو اپنے اوپر قادر کردیا تا کہ ملاقات حاصل ہوجائے، مجھ سے مل

کروہ بہت خوش ہوئے، میں نے ان کا حال کشف سے دیکھا، انہوں نے میرا حال دیکھا، میں نے انہیں درجۂ صدّیقین میں پایا۔ میں نے کہا آپ کی ان کفار کے درمیان باطنی حالت کیا ہوگی؟ فرمایا اے ابوالحجاج! مجھے ان کے درمیان بڑا نفع ہے اور مسلمانوں کے درمیان رہ کر ویسے فوائد نہیں حاصل ہوسکتے۔ میں نے کہا بیان فرمایئے۔ فرمایا کہ میرا توحید اور اسلام اور اعمال صرف اللہ ہی کے واسطے خالص ہیں، کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہے اور حلال کھاتا ہوں جس میں کوئی شُبہہ نہیں ہے اور مسلمانوں کو نفع پہنچاتا ہوں اگر ان کا بڑا بادشاہ میں ہوتا تو بھی انہیں کفار سے بچا نہ سکتا۔ انہیں کفار کے شر سے بچاتا ہوں کوئی ان تک نہیں پہنچ سکتا اور کفار کے درمیان قتل وفساد ایسے ایسے کراتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کا سب سے بڑا بادشاہ ہوتا تو بھی نہ کرسکتا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ میں عنقریب اپنے چند تصرفات تمہیں دکھاؤں گا، پھر ہم نے ایک دوسرے کو وداع کیا اور میں لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہوگیا اور بادشاہ نکل کر گرجا کے دروازہ پر جابیٹھے اور کہا گرجا کے سارے مخصوص لوگوں کو حاضر کرو چنانچہ حاضر کرکے پیش کیے گئے اور کہا گیا یہ اس کے بطریق یعنی عالم ہیں، یہ شماس ہیں یعنی محافظ ہیں، یہ راہب ہیں، یہ ناظر اوقاف ہیں۔ اور یہ اس کی جائیداد کا محصول وصول کرنے والا ہے۔ فرمایا! اس کی خدمت کون کرتا ہے؟ لوگوں نے اس شخص کو بتلایا جس نے مجھے خرید کر گرجا پر وقف کیا تھا اور کہا اس نے ایک قیدی کو خرید کر اس پر وقف کیا۔ اس پر بہت غصہ کا اظہار فرمایا اور کہا کیا تم سب کے سب خدا کے گھر کی خدمت سے متکبر ہوگئے اور ایک شخص کو جو غیر ملت کا نجس ہے اُس سے خدا کے

گھر کی خدمت لیتے ہو اور تلوار لے کراس کی آڑ میں کہ خدا کے گھر کو تم نے نجس کر دیا، سب کی گردن ماری اور میرے احضار کا حکم کیا۔ میں ان پر ظاہر ہو گیا، انہوں نے مجھے پیش کیا، فرمایا یہ ایسے گرجا کا خادم ہے جس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ ان لوگوں کے تکبر کے مقابلہ میں تو یہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو عزت و تعظیم اور خلعت وسواری دے کر اس کے وطن اور اہل کے پاس پہنچایا جاوے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور میں اپنے وطن لوٹ آیا''

(نزہۃ البساتین اردو ترجمہ روض الریاحین صفحہ ۴۶۹ تا ۴۷۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔ مترجم مولوی جعفر علی نگینوی)

معترض دیوبندی بتائیں کہ کیا اس واقعہ میں خود کو عیسائی ظاہر کرنے والے مسلمان بادشاہ کو بھی (جو مقامِ صدیقیت پر فائز تھا) عیسائیت کے ساتھ منسوب کر کے، ان کے خلاف زبانِ طعن دراز کریں گے؟ اگر نہیں تو صرف اعلیٰ حضرت ہی نشانہ کیوں؟۔''نزہۃ البساتین اردو ترجمہ روض الریاحین'' کو مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی اور مفتی شفیع دیوبندی کی تائید حاصل ہے، اس لیے وہ بھی اس واقعہ کے تائید کنندہ قرار پاتے ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ دیوبندی اپنے ان اکابر پر فتوی لگاتے ہیں یا حسبِ روایت زبان بند رکھتے ہیں۔

مولوی محمد حسن مؤلف'' کشف الاستار'' ہندو کے روپ میں:

☆ دیوبندی مذہب کے مزعومہ حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

''مولوی محمد حسن نے بڑی تلاش اور دُور دَراز پاپیادہ سفر اور ہندو فقیروں اور سادھوؤں کی صحبت اور خدمت میں ایک مرتاض کی حیثیت سے تادیر رہ کر معلوم کیا کہ ہندوؤں کے رشیوں نے اپنے ملفوظات میں دس اوتاروں کے آنے کا عقیدہ ظاہر کیا ہے''۔

(حقانیتِ اسلام غیر مسلم اقوام کی نظر میں صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ مکتبہ حکیم الامت، کمرشل ایریا، ناظم آباد نمبر ۲، کراچی۔ طبع اگست ۲۰۰۸ء)

تھانوی صاحب نے اس اقتباس میں لکھا ہے کہ مولوی حسن صاحب ''ہندو فقیروں اور سادھوؤں کی صحبت اور خدمت میں ایک مرتاض''، یعنی ''ریاضت کرنے والے'' کی حیثیت سے رہے۔

تھانوی صاحب نے مزید لکھا ہے:

''مؤلف کشف الاستار مولوی محمد حسن نے (صورۃً) ہندو بن کر بنارس میں اور اجودھیا میں ایک زمانہ تک تحصیل علوم ویدکی، اور بڑے بڑے پاک نفس برہمنوں اور خدارسیدہ سادھوؤں کی صحبت حاصل کی۔ انہوں نے دیکھا اکثر جنگلوں اور پہاڑوں میں تارک الدنیا جوگی کسی بڑی ہستی اور کسی تعریف کی ہوئی ذات کی یاد میں بھجن گاتے اور اس کی جے مناتے''۔

(حقانیتِ اسلام غیر مسلم اقوام کی نظر میں صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ مکتبہ حکیم الامت، کمرشل ایریا، ناظم آباد نمبر ۲، کراچی۔ طبع اگست ۲۰۰۸ء)

اس اقتباس میں دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے مولوی محمد حسن صاحب کے بارے میں یہ الفاظ واضح طور پر لکھے ہیں کہ ''وہ ہندو کی صورت میں'' برہمنوں اور سادھوؤں کی صحبت میں رہے۔ تھانوی صاحب نے ان سادھوؤں کے لیے ''خدارسیدہ'' یعنی ''خدا تک پہنچے ہوئے'' جیسے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں،

اور ہندو کی صورت میں جوگیوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے مولوی محمد حسن صاحب کا رد بھی نہیں کیا۔ اور دیوبندیوں کے امام مولوی سرفراز گکھڑوی نے لکھا ہے:

''جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں نقل کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے''

(تفریح الخواطر صفحہ 79 مطبوعہ مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

مزعومہ دیوبندی مناظر اور مولوی الیاس گھمن دیوبندی کے معتمد مولوی ابوایوب دیوبندی نے بھی اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے:

''اگرچہ عبارت پیر نصیر الدین گولڑوی کی ہے مگر تبسم صاحب نے اسے رد کہیں بھی نہیں کیا پوری کتاب میں، تو یہ اب تبسم کے گلے کی ہڈی ہے''

(دفاعِ ختم نبوت اور صاحبِ تحذیر الناس صفحہ ۲۰ر مطبوعہ دار النعیم، عمر ٹاور، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ طبع اول اکتوبر ۲۰۱۵ء)

مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی اور مولوی ابوایوب دیوبندی کے پیش کیے گئے ان دونوں اقتباسات کی روشنی میں یہ کہنا صحیح ہے کہ: ''تھانوی صاحب بھی مولوی محمد حسن صاحب کے ہندو کی صورت میں رہنے کو درست سمجھتے ہیں اسی لیے ان کا رد نہیں کیا''۔ لیکن دوسری طرف تھانوی صاحب کے پیروکار دیوبندی اسی طرح کے ایک واقعہ کی وجہ سے اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرتے ہیں، لہٰذا ان معترض دیوبندیوں سے گذارش ہے کہ ''روض الریاحین'' سے پیش کیے گئے واقعہ اور تھانوی صاحب کی اپنی کتاب سے پیش کیے گئے مذکورہ بالا دو اقتباسات کی وجہ سے تھانوی صاحب کے متعلق بھی اُسی طرح کا تبصرہ کیا جائے جیسا اعلیٰ حضرت کے متعلق کیا جاتا ہے۔

بابا گرونانک، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے خلیفہ تھے: مولوی رشید گنگوہی دیوبندی کا مؤقف

دیوبندی مذہب کے ایک اور امام مولوی رشید گنگوہی دیوبندی کی مستند سوانح عمری سے دو اقتباسات ملاحظہ کریں، پہلے اقتباس میں لکھا ہے کہ گنگوہی صاحب نے سکھوں کے پیشوا بابا گرونانک کے بارے میں کہا:

☆''ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ شاہ نانک جن کو سکھ لوگ بہت مانتے ہیں، حضرت بابا فرید الدین گنجِ شکر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے خلفا میں سے ہیں، چونکہ اہلِ جذب سے تھے اس وجہ سے ان کی حالت مشتبہ ہوگئی، مسلمانوں نے کچھ ان کی طرف توجہ نہ کی، سکھ اور دوسری قومیں کشف و کرامات دیکھ کر ان کو ماننے لگے''۔

(تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔ انار کلی، لاہور)

ایک بزرگ پوشیدہ ہوکر مندر میں تبلیغ کرتے تھے، مولوی رشید گنگوہی دیوبندی:

کچھ صفحات بعد مزید لکھا ہے کہ گنگوہی صاحب نے کہا:

☆''شاہ حکیم اللہ صاحب ایک بزرگ سہارنپور میں رہتے تھے، اُن کی خدمت میں ایک شخص بغرضِ سلام حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ حضرت میں حیدرآباد دکن کو جاتا ہوں، شاہ صاحب نے فرمایا اچھا جاؤ، ''حیدرآباد کے راستہ میں فلاں شہر پڑے گا اُس شہر کے متصل ایک جھڑی ہے اُس میں ایک بزرگ رہتے ہیں، یہ اُن کا نام

ہے،اُن سے ملنا اور میرا اسلام کہنا'' یہ شخص رخصت ہو کے حیدرآباد روانہ ہوئے،شاہ صاحب کے ارشاد کے موافق جب جھڑی کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایک مندر بنا ہوا ہے اس کی چار دیواری کے گرد بہت سے ہندو فقیر الگ الگ بُت ہاتھوں میں لئے پوجا کر رہے ہیں،یہ شخص بہت متحیر ہوا کہ یہاں یہ کیا قصہ ہو رہا ہے،آخر آگے بڑھا اور ایک ہندو فقیر سے پوچھا کہ اِس مندر میں کون رہتا ہے؟اُس نے جواب دیا کہ ہمارا گرو رہتا ہے۔انہوں نے نام پوچھا تو وہی تھا جو شاہ صاحب نے بتایا تھا،اِس شخص نے فقیر سے کہا کہ اپنے گرو کو اطلاع کر دو کہ ایک شخص شاہ حکیم اللہ سہارنپوری کا بھیجا ہوا سلام کے لیے حاضر ہونا چاہتا ہے،ہندو فقیر نے جواب دیا کہ ہم لوگ تو وہاں تک پہنچ نہیں سکتے البتہ تمہارا پیام ڈیوڑھی کے فقیروں تک پہنچا تا ہوں وہاں سے سلسلہ بہ سلسلہ گرو جی تک پہنچ جائے گا۔غرض اِس طرح پر جب پیام اندر پہنچا تو انہوں نے اِن مہمان مسافر کو اندر بُلا لیا، وہاں جا کر دیکھتے ہیں تو ایک بزرگ سفید ریش صاف ستھرے چبوترہ پر بیٹھے قرآن شریف کی تلاوت کر رہے ہیں،جب فارغ ہو کر کلامِ مجید جزدان میں رکھ لیا،تو اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور سلام وکلام ہوا،اِس شخص نے کہا کہ حضرت یہاں کے قصے نے تو مجھے حیران بنا دیا،باہر بُت پرست جوگیوں کا مجمع کیسا ہے؟بزرگ نے فرمایا: میاں کیا پوچھتے ہو باہر جتنے لوگ معتقد بنے بیٹھے ہیں سب ہندو ہیں، اُن کو یہاں تک پہنچنے کی ممانعت ہے،جب کسی قدر اُن کی اصلاح ہو جائے گی تو ڈیوڑھی پر آجائیں گے اور پھر جب حالت زیادہ سنورے گی تو یہاں آجائیں گے،یہاں آکر مسلمان بنیں گے، چنانچہ یہ لوگ جن کو میرے پاس دیکھتے ہو بحمداللہ سب مسلمان ہیں اور جب مکمل ہو جائیں گے تو اِس سامنے والے دروازہ سے ان کو نکال دوں گا،اِس دروازہ سے باہر جانے والے لوگ پھر کبھی باہر کے لوگوں سے نہ ملیں گے،غرض یہی سلسلہ رہے گا یہاں تک کہ میرا وقت پورا ہو جائے،جتنے لوگ تم دیکھ رہے ہو،سب میں فرقِ مراتب ہے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ پڑھنے کے لیے بتایا گیا ہے اور ہر ایک کو دوسرے سے اپنا حال کہنے کی ممانعت ہے،اسی طرح بہتیرے خدا کے کافر بندے مسلمان بن کر یہاں سے روانہ ہوئے،اگر کھلم کھلا اسلام کی طرف ان لوگوں کو بُلایا جائے تو یہاں کے لوگ مسلمان کو قتل کر ڈالیں،میں بھی مارا جاؤں اور یہ بھی۔اس لیے اسلام کی خدمت اور دین کی جانب ہدایت کا میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے، اِس قصہ کے بعد حضرت امامِ ربانی نے ارشاد فرمایا،اسی طرح اکثر بزرگ پوشیدہ ہو کر خلقت کو راہِ ہدایت پر لاتے ہیں،اسی طرح بابا نانک بھی مسلمان تھے اور پوشیدہ ہو کر ہدایت کرتے تھے''۔

(تذکرۃ الرشید جلد۲ صفحہ ۲۳۷،۲۳۸ مطبوعہ ادارہ اسلامیات،۱۹۰۔ انارکلی،لاہور)

مولوی رشید گنگوہی دیوبندی کے بیان کردہ مذکورہ بالا دونوں اقتباسات سے گرونانک کا مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے،نیز منقولہ بالا دوسرے اقتباس میں مندر میں رہ کر ہندوؤں کو مسلمان کرنے والے بزرگ کے واقعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ کچھ بزرگ غیر مسلموں کی ہدایت کے لیے ان کے احوال کے مناسب طریقہ اختیار کر لیتے ہیں۔اس لیے اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرنے والے دیوبندی پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔وقت کی کمی اور مصروفیات کی کثرت کے سبب انتہائی عجلت میں اتنا ہی لکھ سکا ہوں،جو کہ غنیمت سمجھتا ہوں۔تَمَّتْ۔

ایسی ضد کا کیا ٹھکانہ دین حق پہچان کر......

از:-مولانا طارق انور رضوی (کیرلا)

حالیہ چند سالوں میں مذہبی سطح پر نظر ڈالی جائے تو داخلی فتنوں کا ایک نہ تھمنے والے طوفان نے ارباب تسنن کو گرفتار مصائب کر رکھا ہے۔افتراق وانتشار کے اس عہد ابتلا میں بعض نو فارغین نے مذہب اہل سنت وجماعت کے عقائد واصول پر حرف زنی شروع کردی ہے۔حواس باختگان کے گروپ کا میر کارواں خلیل بجنوری (م۱۹۹۰ء) ہے۔اس وقت بجنوری تنہا میدان میں تھا۔اب تو ایک منظم گروپ تخریب کاری پر اتر آیا ہے۔ان نوجوانوں نے مذہب اہل سنت وجماعت کے مسلمات ومعتقدات پر شب خون مارنا شروع کردیا ہے۔انہیں یہ وہم ہو چکا ہے کہ آج یا کل ارباب مسلک ہمارے افکار ونظریات کو قبول کر لیں گے اور مذہب اہل سنت وجماعت کے معتقدات ومسلمات میں ہمارے اوہام عاطلہ وخیالات باطلہ کو بھی جگہ مل سکے گی ،حالانکہ یہ ممکن نہیں۔ حدیث نبوی کی صراحت کے مطابق مجدد دین اسلام کے علاوہ بھی ہر عہد میں ایک طبقہ احقاق حق وابطال باطل کے لیے موجود رہے گا،پس کسی فکر باطل کو لمحہ بھر کے لیے بھی حق کے ساتھ خلط ملط ہونے کی گنجائش نہیں۔

خلیل بجنوری کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اس کے تمام اہل خاندان وہابی تھے۔بجنوری نے وہابیوں کے یہاں تعلیم حاصل کی تھی ، پھر اس نے سنی بن کر خانقاہ برکاتیہ سے خلافت واجازت حاصل کی اور پیر طریقت بن بیٹھا۔جب اس کا اپنا ایک حلقہ قائم ہوگیا تو مذہب اہل سنت و جماعت کے مسلمات ومعتقدات میں شکوک وشبہات پیدا کرنا شروع کردیے،پھر اسی راہ پر مصر ومستمر رہا،تا آنکہ موت کے آہنی پنجوں نے اس کے فتنوں کو کچل کر رکھ دیا۔آج بجنوری کے فکری جانشینوں کا حال بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔یہ صحیح ہے کہ یہ لوگ مدارس اہل سنت کے فارغ التحصیل ہیں اور سنی خانقاہوں سے وابستہ ہیں،لیکن یہ مقاصد باطلہ کی تکمیل کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔پس منظر میں کوئی گمراہ طبقہ بھی ہوسکتا ہے،یا یہود ونصاریٰ کی کوئی ذیلی تنظیم بھی ہوسکتی ہے۔سردست ہمیں ان فتنوں کی سرکوبی کرنی ہے:واللہ الموفق الی صراط الحق۔

سکھا دو سر کچلنے کا ہنر معصوم بچوں کو
انہیں بھی کاٹنی ہے زندگی سانپوں کی بستی میں

خلیل بجنوری نے ۱۹۸۰ء سے کچھ پہلے فتنوں کا آغاز کردیا تھا۔اس نے اپنے بیٹوں کی تعلیم بھی وہابی مدارس،مدرسہ امینیہ دہلی اور ندوۃ العلما لکھنو میں دلوائی۔جب اس کا بیٹا ندوہ سے فارغ ہو کر آیا تو بجنوری نے اپنا مشن یعنی اشخاص اربعہ کی تکفیر سے کف لسان کا آغاز کیا اور اپنے موقف کا اظہار کرنے لگا۔یہ سب کچھ دیکھ کر علمائے بدایوں نے (153) سوالات لکھ کر رجسٹرڈ پوسٹ سے بھیجے،جب بجنوری کا کوئی جواب نہ آیا تو مولانا مظہر حسین قادری ودیگر علمائے بدایوں نے ان سوالات کو''اظہار حق'' کے نام سے شائع کردیا۔

خلیل بجنوری خانقاہ برکاتیہ (مارہرہ مطہرہ) سے خلافت واجازت لے کر مریدین کا ایک حلقہ بنا چکا تھا۔علمائے بدایوں نے سوچا کہ شاید اپنے بزرگوں کی فہمائش پر راہ راست پر آجائے،لہٰذا خانقاہ مارہرہ شریف میں اطلاع بھیجی گئی۔حالات کی سنگینی دیکھ کر حضرت احسن العلما سید شاہ مصطفٰے حیدر حسن مارہروی (۱۹۲۷ء-۱۹۹۵ء) بدایوں جلوہ افروز ہوئے۔بجنوری سے بات چیت ہوئی۔آپ نے بجنوری کو علمائے اہل سنت سے بات چیت کر کے معاملہ حل کرنے کو فرمایا،بجنوری راضی ہوگیا۔آپ نے بجنوری کو عرس قاسمی کے موقع پر مارہرہ مقدسہ آنے کی دعوت دی،تاکہ وہاں علمائے کرام سے بات چیت ہوسکے،لیکن بجنوری عرس کے موقع پر مارہرہ شریف نہیں آیا۔

قاضی شمس العلما جونپوری نے (۱۹۰۵ء-۱۹۸۱ء) (مؤلف قانون شریعت) 26:صفر ۱۴۰۰ھ مطابق 15: جنوری ۱۹۸۰ء کو بدایوں جاکر خلیل بجنوری سے تفصیلی گفتگو فرمائی، بحث آخری منزل کو پہنچنے والی تھی،بجنوری لاجواب ہوتا جارہا تھا کہ یہ پوزیشن دیکھ کر بجنوری کے بیٹے احمد نے مداخلت کر کے معاملہ درہم برہم کردیا، پھر اسی مجلس کی قرارداد کے مطابق مفتی غلام محمد خاں ناگپوری نے متعدد سوالات بجنوری کو بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک بھیجے،لیکن بجنوری نے کوئی جواب نہ دیا۔آخر کار وہ سوالات ماہنامہ "المیزان" (ممبئ) میں شائع ہوئے،لیکن اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا،بجنوری خاموش پڑا رہا۔دوسرے سال ۱۴۰۱ھ میں عرس قاسمی کے موقع پر بجنوری کا بڑا بیٹا عتیق احمد پندرہ صفحات پر مشتمل ایک تحریر لے کر پہنچا،جس سے بجنوری کا راہ حق سے انحراف صاف ظاہر ہورہا تھا۔اس تحریر کے بعد علمائے اہل سنت 21:صفر کو بدایوں پہنچے۔اس قافلہ میں شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی (۱۹۲۱ء-۲۰۰۰ء)،بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی (۱۹۲۵ء-۲۰۱۲ء)،مفتی غلام محمد خاں ناگپوری (۱۹۲۰ء-۲۰۰۳ء) وغیرہم شریک تھے۔بجنوری اس وقت علمائے اہل سنت سے بات چیت کے لیے راضی نہیں ہوا۔اسی وقت فریقین کی رضا مندی سے باضابطہ مناظرہ کی تاریخ 29و30 ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ مطابق 6و7 مارچ ۱۹۸۱ء بروز جمعہ وسنیچر مقرر ہوئی۔

علمائے اہل سنت 29: ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ بروز جمعہ کی صبح کو بدایوں پہنچ گئے۔بجنوری دن بھر حیلہ سازیوں کے ذریعہ ٹال مٹول کرتا رہا، پھر شہر بدایوں کے سربرآوردہ افراد کی مداخلت سے اور بجنوری کے پاس کئی بار کی آمدورفت کے بعد وہ مناظرہ کے لیے راضی ہوا۔یہ معاملہ طے ہونے میں رات کے بارہ بج گئے۔کل 30: ربیع الثانی کو صبح دس بجے فریقین کو مناظرہ گاہ میں حاضر ہونا تھا، لیکن بجنوری دس بج کر 35 : منٹ پر وہاں حاضر ہوا۔آج 30: ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ مطابق 7: مارچ ۱۹۸۱ء بروز سنیچر خلیل بجنوری سے علمائے اہل سنت کی آخری بات چیت بشکل مناظرہ ہوئی۔ علمائے اہل سنت میں سے حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری،شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی،مفتی غلام محمد خاں ناگپوری، مفتی مجیب اشرف ناگپوری،قاضی عبدالرحیم بستوی،مفتی ایوب نعیمی مرادآبادی،مفتی مظفر احمد داتا گنجوی،مولانا مظفر علی سہسوانی،علامہ حنیف خاں رضوی بریلوی وغیرہم شریک تھے۔اہل سنت وجماعت کی جانب سے دو مناظر مقرر ہوئے (۱) شہزادۂ شیر بیشہ اہل سنت علامہ مشاہد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان (پیلی بھیت)

(۲) حضرت علامہ ضیاء المصطفٰی قادری دام ظلہ الاقدس (گھوسی)

مذکورہ تاریخ کو صبح گیارہ بجے سے مناظرہ شروع ہوا۔ ظہر کے وقت تک علامہ مشاہد رضا خاں علیہ الرحمہ نے بجنوری کے سوالات کا جواب دیا، پھر بعد ظہر تا بعد مغرب انجام کار بجنوری لاجواب ہوکر مباہلہ پراتر آیا۔ حضرت علامہ ضیاء المصطفٰی قادری (گھوسی) مناظر تھے، انہوں نے مباہلہ کے الفاظ صاف طور پر ادا کیے، جب بجنوری سے الفاظ مباہلہ کی ادائیگی کا مطالبہ ہوا تو اس نے اگر مگر کا سہارا لے کر مبہم انداز میں کچھ الفاظ ادا کیے، پھر وہاں سے بھاگ نکلا۔ اس کے فرار اور شکست کی خبر شہر بدایوں میں پھیل گئی۔ مذہب اہل سنت وجماعت کے عوام وخواص نے بجنوری سے اپنا رشتہ ختم کرلیا۔ اسی رات کو بدایوں میں عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا، جس میں مذکورہ علمائے اہل سنت نے شرکت فرمائی۔ حضرت ازہری میاں دام ظلہ الاقدس کا خطاب انتہائی دلنشیں اور حقائق کو منکشف کرنے والا تھا۔

بدایوں شریف میں دوسرے دن 8: مارچ ۱۹۸۱ء کو رات میں جشن فتح منایا گیا۔ اس عظیم الشان اجلاس میں شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے خلیل بجنوری سے متعلق اسلامی فیصلہ سنایا، جو کتابی شکل میں ''الاقوال القاطعۃ فی ردمؤید الوہابیۃ'' کے نام سے بزم قاسمی برکاتی (بدایوں شریف) سے شائع ہوا۔ اس میں تاج الشریعہ علامہ ازہری دام ظلہ الاقدس کا تتمہ اور ایک سو اسی (180) علمائے کرام کی تصدیقات بھی شامل ہیں۔ یہ مکمل فتویٰ ''مقالات شارح بخاری'' جلد دوم میں موجود ہے۔

اس مناظرہ کا اثر یہ ہوا کہ سنی عوام جو بجنوری کے جال میں پھنس کر اس سے مرید ہوگئے تھے، انہوں نے بیعت توڑ کر حضور احسن العلما مارہروی اور حضور مفتی اعظم ہند کے دست حق پرست پر بیعت کرلی۔ مناظرہ کے دوسرے دن بدایوں شریف کے سربرآوردہ افراد کی دعوت پر حضور مفتی اعظم ہند بدایوں تشریف لائے تھے۔ ہزاروں افراد نے آپ کے ہاتھ پر شرف بیعت حاصل کیا۔ خلیل بجنوری بدایوں میں ''من شذ شذ فی النار'' کی تفسیر مجسم بنا لیل ونہار گذارتا رہا، تا آنکہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء میں موت کے آہنی پنجوں نے اسے دوسری دنیا کی طرف کھینچ لیا۔ ہدایت وضلالت اللہ کی طرف سے ہے: ماشاء اللہ کان ومالم یشاء لم یکن۔

عہد حاضر میں ایک نیا فیشن بن چکا ہے کہ لوگ مذہب اہل سنت وجماعت کے معتقدات کا انکار کسی کا نام لے کر کرتے ہیں، مثلاً اعلیٰ حضرت نے ایسا فرمایا ہے، اور ہم اعلیٰ حضرت کو نہیں مانتے۔ اعلیٰ حضرت کو ماننا الگ معاملہ ہے اور اعلیٰ حضرت کے معتقدات کو نہ ماننا الگ معاملہ ہے۔ اعلیٰ حضرت مذہب اہل سنت وجماعت کے معتقدات ومسلمات پر قائم تھے۔ اب اگر کوئی اعلیٰ حضرت کے کسی عقیدہ کا انکار کرتا ہے تو وہ مسلک اہل سنت وجماعت کے عقیدہ کا منکر ہے۔ اس کا حکم وہی ہوگا، جو مذہب اہل سنت کے کسی عقیدہ کے منکر کا حکم ہے۔

عہد حاضر میں مسئلہ تکفیر کو انتہائی مغالطہ آمیز اسلوب میں پیش کیا جاتا ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کے سبب مسلک دیوبند کے اشخاص اربعہ پر حکم کفر جاری کیا تھا۔ خلیل بجنوری

سے یہ رواج چل پڑا ہے کہ لوگ سنیت کا لبادہ اوڑھ کر اشخاص اربعہ کی تکفیر کا انکار کرتے ہیں، اور قوم مسلم کو بھی خلجان میں مبتلا کر دیتے ہیں، حالانکہ امام اہل سنت کے فتویٰ سے قبل بھی اشخاص اربعہ میں سے تھانوی کے علاوہ باقی تین پر علمائے اہل سنت حکم کفر جاری کر چکے تھے۔ ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی (پاکستان) نے اپنی کتاب ''حسام الحرمین کے سو سال'' میں ان تمام حقائق کو تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیا ہے۔

کفر کلامی و کفر فقہی کے احکام:

واضح رہے کہ کفر قطعی کلامی کا یقینی علم ہو جانے کے بعد قائل کو مومن تسلیم کرنا گمرہی نہیں، بلکہ کفر ہے۔ ہاں، اگر کچھ شک وشبہہ یا کوئی اعتراض ہو تو وہ پیش کیا جا سکتا ہے، لیکن کفر کلامی واضح ہو جانے کے بعد محض اس لیے تاویلات کرنا کہ قائل کو مومن ثابت کیا جائے، جیسے دیوبندی مناظرین، اشخاص اربعہ کے اقوال میں تاویل کرتے ہیں تو ایسی صورت میں یہ تاویل قابل قبول نہیں ہو سکتی، اور صاحب تاویل حکم شرع سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ کفر کلامی کا مسئلہ حنفی، شافعی، مالکی و حنبلی، اسی طرح اشعری و ماتریدی کے یہاں متفق علیہ ہے۔ کفر فقہی میں اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے، جیسے کفر یزید، کفر اسماعیل دہلوی و کفر ابن تیمیہ وغیرہم۔ کفر کلامی میں بھی منکرین تاویل کرتے ہیں، لیکن وہ تاویل باطل ہوتی ہے۔ اگر تاویل صحیح کی گنجائش موجود ہے تو پھر وہ کفر فقہی ہوگا، کفر کلامی نہیں۔ کفر فقہی اور کفر کلامی کا یہ فرق یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کفر کلامی اسی کفر کا نام ہے جس میں کسی بھی طرح کی تاویل صحیح کی گنجائش نہیں نکلتی، پھر حقائق واضح ہو جانے کے بعد جان بوجھ کر کفر کلامی میں تاویل باطل کرنے والا حکم شرع ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کے دائرہ میں آ جاتا ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ہماری مرضی، ہم چاہیں تو کافر کلامی کو کافر مانیں یا مومن تسلیم کریں۔ یہ اسلامی عقیدہ نہیں، بلکہ کافر کلامی کو کافر ماننا ضرورت دین میں سے ہے، اور ضروریات دین میں سے کسی ایک عقیدہ کا انکار منکر کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ منکر کا انکار جب اسے مذہب اسلام سے خارج کر دے تو مومنین کو اس کے ساتھ ربط وتعلق کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہ حکم مرتدین کا ہے۔ خالص کفار ومشرکین کے الگ احکام ہیں۔ حنفی دنیا میں خلیل بجنوری (م ۱۹۹۰ء مطابق ۱۴۱۰ھ) کا حال یہی ہوا کہ اہل سنت وجماعت نے اس سے تعلق توڑ لیا تھا۔ عہد ماضی میں کسی نے اشخاص اربعہ کی تکفیر کا صریح انکار نہیں کیا۔ خلیل بجنوری اور ظفر ادیبی دونوں کف لسان کے قائل تھے، یعنی یہ دونوں اشخاص اربعہ کو کافر و مرتد کہنے سے زبان روکتے تھے۔ عہد حاضر کے بعض کج کلاہ آگے بڑھ کر انکار کی منزل تک آ چکے ہیں۔

ظفر ادیبی مبارکپوری نے حسام الحرمین کے احکام کا صریح انکار نہیں کیا تھا۔ اس کے بعض نظریات ایسے تھے، جس سے انکار ظاہر ہوتا تھا۔ اخیر عمر میں ظاہر ہوا کہ اس کا مسلک اشخاص اربعہ کی تکفیر سے کف لسان تھا۔ یہ جامعہ اشرفیہ کا استاد تھا۔ حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز (۱۸۹۴ء-۱۹۷۶ء) بانی الجامعۃ الاشرفیہ (مبارکپور) کو حالات بتائے گئے۔ حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے تمام اساتذہ کے لیے تصدیق حسام الحرمین کی شرط لگا دی۔ ظفر ادیبی نے تصدیق سے انکار کر دیا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس نے کہا کہ یہ قرآن نہیں کہ اس کے ایک ایک حرف کی تصدیق کی جائے، حالانکہ ایسے مواقع پر حسام الحرمین میں بیان کردہ شرعی احکام کی تصدیق مطلوب ہوتی ہے، خواہ وہ حسام الحرمین کی شکل میں ہو، یا ان احکام کا

خلاصہ کسی کاغذ پر لکھ لیا جائے، یا وہ احکام زبانی بتائے جائیں۔انجام کار ظفرادیبی کو جامعہ اشرفیہ سے الگ ہونا پڑا۔ علمائے اہل سنت وجماعت نے اس سے بھی تعلق ختم کرلیا۔اس کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں یہ قانون نافذ ہوگیا کہ ہر فارغ التحصیل کو سند لینے سے قبل حسام الحرمین کی تصدیق کرنی ہوگی۔یہ قانون آج تک نافذ العمل ہے۔ماہنامہ اشرفیہ(شمارہ نومبر ۲۰۱۳ء) میں تفصیل ہے۔

حالات کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہد حافظ ملت میں ظفرادیبی محض غیرت وحمیت کے سبب حسام الحرمین کی تصدیق نہ کرسکا، پھر بعد میں وہ کف لسان کی برائی میں مبتلا ہوا۔اشخاص اربعہ کی تکفیر سے کف لسان کا ظہور بہت بعد میں ہوا۔بجنوری کی خرافات کا ظہور سال ۱۹۸۰ء کے آس پاس ہوا، جبکہ ظفرادیبی کے کف لسان کا حال ۱۹۹۵ء کے آس پاس ظاہر ہوا۔بیسویں صدی عیسوی کے آخری سالوں میں حضرت مولانا کوثر حسن قادری رضوی علیہ الرحمہ نے ظفرادیبی سے متعلق تحقیقات کیں، متعدد رسالے لکھے، پھر ظفر ادیبی سے متعلق حکم شرعی بیان فرمایا۔لگتا ہے کہ ادیبی اخیر عمر میں خلیل بجنوری کے خیالات سے متاثر ہوگیا تھا، اس کف لسان پر بجنوری اور ادیبی کی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ اعلیٰ حضرت نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے کیوں کف لسان فرمایا؟ اس سوال کے ناقابل تردید جوابات دیئے جاچکے ہیں۔آج بھی غیرت وحمیت کے اثرات ظاہر ہورہے ہیں۔اسماعیل دہلوی کے معاملہ کو حجاب بنا کر لوگ اعتقادی برائیوں میں مبتلا ہورہے ہیں، حالانکہ بار بار وضاحت کی جاچکی ہے کہ اسماعیل دہلوی کا کفر، کفر فقہی ہے، اور اشخاص اربعہ کا کفر، کفر کلامی ہے۔اسماعیل دہلوی کی توبہ کی بھی ایک خبر ہے۔

حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی پر جان بوجھ کر اصرار، اور بے ادبوں کی تائید پر جان بوجھ کر اصرار کے سبب اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق سلب فرما کر خذلان میں مبتلا فرما دیتا ہے۔عہد رسالت سے تا امروز اس امر کے بہت سے شواہد ہیں۔ہر انسان کو ان دونوں عیبوں سے دور بھاگنا چاہئے۔منافقین کے بارے میں ارشاد الٰہی نازل ہوا: ﴿فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا﴾ (سورہ بقرہ: آیت ۱۰) پس کسی امر شنیع پر اصرار نہ کیا جائے۔ہر گناہ، بلکہ کفر وشرک سے بھی توبہ ہوتی ہے، لیکن بندہ توبہ اسی وقت کرتا ہے، جب توفیق الٰہی مددگار ہو۔اگر مذکورہ نو فارغین کو کسی قسم کا شبہہ ہے تو اپنے اساتذۂ کرام کے پاس جائیں، تاکہ تشفی بخش جواب پائیں۔اشخاص اربعہ کی تکفیر سے انکار پر جو تاویلات پیش کی جارہی ہیں، ان تمام کے جوابات علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں رقم فرمادیے ہیں۔اسی طرح دیابنہ سے مناظرہ کے وقت بھی ان سوالوں کے جوابات دیئے جاچکے ہیں۔وہ تمام باطل تاویلات ہیں، اور عندالشرع ناقابل قبول ہیں۔

منافقین مدینہ ایک طویل مدت تک مسلمانوں کے ساتھ رہے۔حضرات صحابہ کرام کو ان کی منافقت کا علم تھا، لیکن اب تک ان کے بارے میں نہ آیت قرآنی نازل ہوئی تھی، نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے کوئی حکم صادر ہوا تھا، اس لیے صحابہ کرام خاموش تھے، پھر وہ وقت بھی آیا کہ رب تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں حکم نازل فرمایا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نام لے لے کر منافقین کو مسجد نبوی سے نکال دیا۔اسی طرح نو فارغین کا یہ ٹولہ بھی یا تو راہ حق کی طرف آئے گا، یا پھر اپنے انجام کو پہنچے گا۔اللہ تعالیٰ ہم تمام کو راہ حق پر استقامت عطا فرمائے: آمین بجاہ النبی الامین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

اجمل العلماء کا فقہ وفتاوی میں درک وکمال - ایک مبصرانہ جائزہ

از:- مولانا عمران رضا منظری سنبھلی، استاذ مدرسہ حامدیہ اشرفیہ سنبھل

پیش نظر مضمون بروز منگل، ۱۶ جنوری ۲۰۱۸ کو بمقام مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم تیل منڈی سنبھل حضرت علامہ مفتی اجمل شاہ سنبھلی علیہ الرحمہ کے عرس اجملی کے موقع پر انعقاد پذیر اجملی سیمینار میں عزیز القدر مولانا محمد عمران رضا سنبھلی زید مجدہ نے انتہائی وقیع انداز میں تحریر کر کے پیش کیا۔ افادۂ عام کے لئے اسے ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں شائع کیا جارہا ہے۔ (محمد سلیم بریلوی)

یہ بات متحقق ہے کہ جب کوئی مؤرخ فقہ وافتاء پر کسی بھی دور میں قلم اٹھائے گا تو وہ فقیہ اعظم امام احمد رضا پر ضرور خامہ فرسائی کریگا۔ جن کی ذات گرامی علم وفضل، تبحر وتفقہ، اخلاص و دیانت، زہد وتقویٰ اور خوف وخشیت ربانی کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔ سرزمین ہند و پاک پر دنیائے سنیت میں فقہ حنفی کی تحفیظ وتزئین کاری اور اسکی نشر واشاعت کے حوالے سے امام اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا نام اس اعلی وارفع درجہ پر فائز المرام ہے کہ عالم اسلام کے اکابر علما وفقہا آپ کو مظہر ابوحنیفہ اور محققین و ناقدین فقہ و فتاویٰ نے آپ کے مجموعۂ فتاویٰ، فتاویٰ رضویہ، کو فقہی انسایکلو پیڈیا تسلیم کیا۔ فقہ حنفی کے فروغ میں امام احمد رضا کی بے مثال خدمات ہیں کہ ہندوستان کی تاریخ فقہ اسلامی کے اوراق وصفحات پر دور دور تک کوئی ایسا فقیہ اعظم ومفتی اعظم نہیں ملتا جسکی طرف شرعی وفقہی سوالات کے حل کے لئے بحیثیت مفتی وفقیہ مکمل ہمہ گیری و ہمہ جہتی کے ساتھ رجوع علماء ومشائخ وخواص وعوام رہا ہو۔ آپ کے علاوہ کسی بڑے سے بڑے ہندوستانی فقیہ ومفتی کا انفرادی طور سے بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل کوئی مجموعہ فتاویٰ موجود ومطبوع نہیں۔ ہر ایک درسگاہ علم وفضل اور مسند تحقیق وافتا مجدد اعظم فقیہ اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی کے آفتاب علم وفن کی فیض رساں کرنوں کی ہی مرہون منت ہے۔ انہیں میں سے ایک ہندوستان کی شہرت یافتہ مرکزی علمی وتحقیقی درس گاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد ہے کہ جس کے سپہ سالار خلیفہ مجدد اعظم امام الہند حضرت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی تھے۔ جنہوں نے تاحیات ظاہری علوم اسلامیہ وشرعیہ وفقہیہ کی خوب خوب تبلیغ واشاعت کی اور اپنے ادارے سے ماہرین فقہیات وشرعیات اور علوم متداولہ کے حاملین علماء جیسے جواہر پاروں کو وجود بخشا۔ جنکی فقہی وعلمی، دینی وتبلیغی خدمات نے اسلام وسنیت کے منور وتاباں چراغ رشد وہدایت کو حوادث زمانہ کی تیز وتند اور پرفتن ہواؤں میں بھی روشن ودرخشاں رکھا۔ حضرت صدر الافاضل کے انہیں پاسداران شریعت وسنیت میں سے ایک فرد جلیل صوبہ اتر پردیش کے علمی شہر سنبھل کی مردم خیز وزرخیز سرزمین سے معلم علوم عقلیہ و نقلیہ خلیفہ حجۃ الاسلام اجمل العلماء حضرت علامہ مفتی اجمل شاہ علیہ الرحمہ کے نام سے پیدا ہونے والی ذات دنیائے سنیت کی ایک ممتاز علمی شخصیت کے روپ میں متعارف ہوئی۔ درحقیقت حضور اجمل

العلماء اپنی شخصیت وعلمیت میں ایسے کامل تھے کہ آپکی حیات کا ہر جز اس درجہ وسیع ہے کہ دیکھنے والے کی فکر ونظر اسکی وسعتوں میں گم ہوکر رہ جائیگی۔ آپ ایک جید عالم دین، ماہر مدرس ومعلم، نکتہ رس مفتی و محقق، متبحر محدث اور عمدہ مصلح ومبلغ ہونے کے ساتھ اعلی درجہ کے مناظر اور کہنہ مشق مصنف ومولف تھے کہ جنکا قلم وہابیت، شیعیت، قادیانیت، غیر مقلدیت، فرقہ اہل قرآن اور دیگر انحرافات کے خلاف سیف براں تھا۔ اسکا واضح ثبوت وہابیہ غیر مقلدین کے رد وتردید میں، تحائف حنفیہ برسوالات وہابیہ، طوفان نجدیت، ردسیف یمانی درجوف لکھنوی وتھانوی، کاشف سنیت و وہابیت، فیصلہ حق و باطل، ردشہاب ثاقب وغیرہ جیسی لکھی گئیں آپکی گراں قدر نگارشات ہیں جو کتب ورسائل کی صورت اور فتاویٰ کی زیب زینت بنی ہوئی ہیں۔

پیش نظر مضمون میں راقم الحروف آپکی ہمہ جہت عبقری شخصیت کے دیگر علمی وفنی، دعوتی وتبلیغی گوشوں پر طوالت کلام کے خوف سے حتی الوسع اجتناب کرتے ہوئے کچھ نہ لکھ کر فقط متعین و منتخب عنوان، فقہ وفتاوی، پرہی اپنے کچھ تاثرات ونظریات قرطاس و قلم کے حوالے کرنا زیادہ مناسب سمجھتا ہے۔

افتا کا لغوی معنی ہے جواب دینا۔ اور اصطلاح میں افتا کا معنی ہے بَیَانُ حُکمِ المَسئلَۃِ حکم مسئلہ کے بیان کو افتا کہتے ہیں حضرت علامہ شامی نے فرمایا۔ اَلافتَاءُ فَاِنَّہُ اِفَادَۃُ الحُکمِ الشَّرعِ۔ یعنی شرعی فیصلے سے آگاہ ومتنبہ کرنے کو افتا کہتے ہیں۔

افتا کی اہمیت وعظمت اور اسکی افادیت کا اندازہ مندرجہ ذیل آیت قرآنی سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ یَستَفتُونَكَ قُلِ اللهُ یُفتِیکُم فی الکَلالَۃِ۔

اے محبوب ﷺ آپ سے لوگ فتوی پوچھتے ہیں آپ فرمادو اللہ تعالی تمہیں کلالہ کے بارے میں فتوی دیتا ہے۔ (سورۃ نساء)

فقہ وتفقہ کے بارے میں فقیہ اعظم ومجدد اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ایک جامع تحریر ملاحظہ فرمائیں جسکے بعد فقہ وتفقہ اور اسکے حاملین کی عبقریت روز روشن کے مانند ظاہر وباہر ہوجاتی ہے۔

''فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق، کتاب سے عبارت نکال کر اسکا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے۔ یوں تو ہر اعرابی، ہر بدوی، فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے۔ بلکہ فقہ، بعد ملاحظہ اصول مقررہ وضوابط محررہ ووجوہ تکلم وطرقِ تفاہم وتنقیح مناط ولحاظ انظباط ومواضع یسرو احتیاط وتجنب تفریط وافراط وفرق روایات ظاہرہ ونادرہ وتمیز درایات غامضہ وظاہرہ ومنطوق ومفہوم، صریح ومحتمل وقول بعض وجمہور ومرسل و معلل ووزن الفاظ مفتیین وسبر مراتب ناقلین وعرف عام وخاص و عادات بلاد وامصار واشخاص وحالِ زمان ومکان واقوالِ رعایا و سلطان وحفظ مصالح دین ومصالح تخصیص ومناسک تقیید ومشارعِ وقیود وشوارعِ مقصود وجمع کلام ونقد مرام وفہم مراد کا نام ہے۔ کہ تطلع تام واطلاع عام ونظر دقیق وفکر عمیق وطول خدمت علم وممارست فن و تیقظ وافی وذہن صافی، معتاد بہ تحقیق، موئید بہ توفیق کا کام ہے۔ اور حقیقۃً، وہ نہیں مگر ایک نور کہ، رب عزوجل بہ محض کرم اپنے بندے کے قلب میں القا فرماتا ہے۔ وما یلقّھا الا الذین صبروا وما یلقھا الا ذو حظ عظیم۔ (سورۃ حٰم السجدہ آیت ۳۵)

صدہا مسائل میں اضطراب شدید نظر آتا ہے کہ ناواقف، دیکھ کر گھبراتا ہے مگر صاحب توفیق، جب ان میں نظر کو جولان دیتا اور دامن ائمہ کرام مظبوط تھام کر، راہ تنقیح لیتا ہے توفیق ربانی ایک سر رشتہ اسکے

ہاتھ رکھتی ہے، جو ایک سچا سانچا ہو جاتا ہے کہ ہر فرع، خود بخود اپنے محمل پر ڈھلتی ہے اور تمام تخالف کی بدلیاں چھٹ کر، اصل مراد کی صاف وشفاف چاندنی نکلتی ہے۔ اس وقت کھل جاتا ہے کہ اقوال کتنے مختلف نظر آتے تھے، حقیقۃً سب ایک ہی بات فرماتے تھے''۔

(ابانة المتواری فی مصالحة عبد الباری (۱۳۳۱ھ) فتاوی رضویہ مترجم جلد سولہ مطبوعہ ہندو پاک)

بلا شبہ شریعت اسلامی وفقہ اسلامی کہ ہدایات وتعلیمات حیات انسانی کے ہی ایک شعبے کو حاوی ومحیط ہیں بحمد اللہ تعالی یہ فقط دین اسلام کا ہی مخصوص وطیرہ ہے کہ اسکے پاس کتاب وسنت پر مشتمل علم فقہ جیسا بحر ناپیدا کنار موجود ہے جس میں بحیثیت مسلم حرام وحلال کی تفریق وتمیز پیش نظر رکھتے ہوئے قافلہ حیات کے گزر وبسر کے رہنما قواعد وضوابط، اصول وقوانین کے ذخائر وافر مقدار میں موجود ہیں۔ بس ضرورت اس بات کی رہ جاتی ہے کہ ایک مسلمان اپنے اندر اس نوعیت کی عقل وسمع وبصر وشعور وادراک، بصیرت وفراست، دقت نظر، متکلم وسائل کی غرض مقصد تک رسائی کے ساتھ ایسی صفائی قلب وذہن اور طہارت نفس روح پیدا کرے جس کے توسل سے وہ ان فقہی ذخائر میں صحیح فکر وتدبر کو بروئے کار لاتے ہوئے ملت اسلامیہ وامت مسلمہ کو روزمرہ درپیش مشکل ومغلق مسائل ومباحث کا حل پیش کر سکیں۔ حقیقتاً فقہ اسلامی کے اس وسیع مفہوم کے تناظر میں محققین نے ایک فقیہ کی تعریف یوں بھی بیان کی ہے۔

اَلـفَقِيهُ العَالِمُ اللذی يَشُقُّ الَاحكامَ و يَفتَشُّ عَن حَقائقها وَيَفتحُ مَا اَستَغلَقَ مِنها۔(حقيقة الفقه جلد اول)

یعنی فقیہ وہ عالم دین ہے جو فکر وتدبر کر کے قوانین کے حقائق کا پتہ نکالے اور مشکل ومغلق امور کو واضح کرے۔ واضح رہے کہ کسی بھی شخصیت کو فقہ اسلامی کے ان اسرار ورموز تک رسائی کے واسطے صرف نصابی کتب تک پہنچنا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ بقول فقیہ اعظم امام احمد رضا اسکے لئے مدتہا طبیب حاذق کا مطب درکار ہوتا ہے۔ خداوند کریم نے منصب افتاء سے معلم انسانیت ﷺ کو سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے اس عظیم منصب پر فائز المرام ہوئے اور صحابہ کرام سے تبع تابعین تک جو بھی منصب افتا پر فائز ہوئے سب کے سب مجتہد اور مفتی مطلق تھے۔ جہاں ایک مفتی کے لئے دیگر اوصاف علماء اصول افتا نے وضع فرمائے ہیں وہیں بنیادی طور فرا یک مفتی کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ نو پید مسائل کے حل کرنے کے لئے ایک طرح کے اجتہاد سے متصف اور لوگوں کے احوال سے مطلع وباخبر ہو جیسا کہ حضرت علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اَلتَّحقِيقُ اَنّ المُفتِی فِی الوَقـائِع لَا بُدَّلهه مِن ضَر بِ اِجتِهَـا دِ وَ مَع رِفةِ بَاحوَا لِ النّاسِ۔ ایک مفتی وفقیہ کے لئے یہ بھی لازم ہوتا ہے کہ وہ بوقت استخراج واستنباط مسائل صرف اور صرف مقاصد شریعت (تحفظ دین ونفس وعقل ومال ونسب) کو ہی ملحوظ ومنظور نظر رکھے۔

بلا شبہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دیگر دینی شعبہ جات کے مقابلہ میں کار افتا ایک امر مشکل ہے کیونکہ فتویٰ معلوم کرنے والا عبارات اور بہت سارے نو پید امور سے متعلق بھی ہر طرح کے سوالات کرتا ہے اور مفتی وقت کو انکے جوابات ایک دینی ومنصبی فریضہ کے تحت دینے پڑتے ہیں۔ اس لئے اس میں بیدار مغزی، ذہانت وفطانت، معاملہ فہمی اور تبحر علمی کے ساتھ ایک طرح

کی قوت اجتہاد کی بھی احتیاج ہوتی ہے۔ لہٰذا افتا کا کام تمام کاموں سے کتنا دشوار ہے اس میدان علم وتحقیق کے خوشہ چیں ہی بخوبی جانتے ہیں۔

برصغیر میں اجمل العلماء کا تعارف بحیثیت مناظر ومفتی اور ایک فقیہ فقید المثال فقیہ اجل کی حیثیت سے زیادہ رہا۔ یہ الگ بات کہ آپ مختلف صفات کی حامل شخصیت تھے۔ جس کے سبب آپکی بے بہا خدمات دینیات واسلامیات کے ہر ایک شعبہ میں دیکھنے کوملتی ہیں۔

آپ فقہ وافتا کے باب میں اپنے دور میں ایک بلند پایہ راسخ العلم، حاضر دماغ، بالغ نظر، نکتہ رس وکہنہ مشق محقق ومفتی کی حیثیت کے مالک تھے آپ کو فقہ وفتاویٰ نویسی میں اعلیٰ درجہ کا درک وکمال حاصل تھا۔ آپ کے فتاوی میں اصول افتا کے یقیناً ہر ایک قاعدہ وضابطہ اور تحقیقی طرز واسلوب کا رنگ اظہر من الشمس ہے۔ ایک فقیہ ومفتی شرع کیلئے جس وسعت مطالعہ، اصابت فکر ونظر، تبحر علمی واستحضار علمی، فقہی دقیقہ سنجی، کمال استدلال واستنباط واستخراج اور دلائل وبراہین کا التزام، اسلامی علوم وفنون کے شعبوں جیسے علم تفسیر وحدیث پر کلی عبور کے ساتھ اصول فقہ اور جزئیات فقہیہ کا استحضار بھی لازم ہوتا ہے یہ تمام خصوصیات آپ حضرت اجمل العلماء کے مختلف عَناوین پر مشتمل ''فتاوی اجملیہ'' میں جابجا دیکھ سکتے ہیں۔ چونکہ آپ ایسے فقیہ ومفتی تھے کہ اصول وفروع پر آپ کی نظر حاوی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو فقاہت وحکمت کی نعمت عظمی اور افتا وفتاوی نویسی کی بے پایاں کامل بصیرت سے نوازا تھا۔

آپنے اپنے فتاویٰ کے لکھنے میں جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ بالکل اپنے کبار علماء ومفتیان عظام سے کلی طور پر مناسبت ومماثلت رکھتا ہے۔ فتاویٰ کے اندر بالخصوص دلائل وبراہین کا التزام، مدعا کو مختلف طرق ووجوہ سے ثابت کرنے کی سعی بلیغ اور انداز فقیہانہ کا تسلسل ہر جگہ دیکھنے کوملتا ہے۔

آپنے اپنے فتاویٰ نصوص کتاب اللہ وسنت رسول اللہ، آثار وروایات صحابہ وتابعین، اقوال ائمہ محدثین ومفسرین ومجتہدین اور فقہائے اسلام ومسلمین کی روشنی میں مستدل ومستنبط فرمائے ہیں ان تمام مآخذ ومَراجع شرعیہ سے مسائل کو مزین فرما کر ایسے تحقیقی ومسکت جوابات عنایت فرمائے کہ جن کے بعد کسی طرح کا کوئی شک وتردد باقی نہیں رہتا۔

میں نے اپنے اس مدعا کے اثبات میں بطور دلیل آپکے مجموعہ فتاویٰ، فتاوی اجملیہ، کی جلد اول باب الایمان والاسلام سے صرف ایک فتویٰ تمثیلاً نقل واخذ کیا ہے۔ دراصل یہ فتویٰ جودھپور راجستھان سے مستفتی ماسٹر نیاز محمد ومحمد رمضان کی جانب سے آئے ہوئے استفتا کا مذکورہ تمام خصوصیات افتا اور جزئیات فقہیہ کی روشنی میں مدلل ومبرہن جواب ہے۔ استفتاء میں حضور پرنور ﷺ کے والدین شریفین کے مومن وموحد ماننے پر وہاں کے ایک امام نے انکار واعتراض کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے والدین مومن وموحد نہیں تھے اور انکا انتقال کفر پر ہوا۔ معترض کے مدمقابل زید نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ آپ کے والدین مومن وموحد وناجی ہیں اور توحید پر ہی انتقال ہوا۔ امام مذکور نے اپنی دلیل میں شرح فقہ اکبر مطبوعہ محمدی لاہور کی یہ عبارت پیش کی۔ وَالِدَا رَسُولِ اللهِ مَاتَا عَلَىَ الكفرِ۔ ١٢٩ ص

ملاعلی قاری اسکی شرح میں لکھتے ہیں: هذا رد على من قال انهما ماتا على الايمان ۔

اور یہ حدیث پیش کی۔عن ابی هريرة قد زارا لنبی ﷺ قبرا مِه فبكى وابكى من حوله فقال استاذنت ربی فی ان استغفر لها فلم یا ذن لی والی آخره۔
(مسلم شریف جلد۲۔ابن ماجہ)
ترجمہ: حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت مصطفیٰ جان رحمت ﷺ نے اپنی ماں (والدہ) کی قبر کی زیارت کی تو رونے لگے کہ یہاں تک کہ آپ کے اردگرد لوگ بھی رونے لگے تو سرکار نے فرمایا میں نے اپنے رب سے والدہ محترمہ کے لئے استغفار کی اجازت چاہی تو اللہ نے اجازت نہیں دی، اور آخری حدیث تک۔
۲۔قال یا رسول الله فاین ابوك قال رسول الله حيث ما مررت والی اخره۔(ابن ماجہ۱۱۴ص)
۳۔وفی روایة ابی واباك فی النارِ۔
ترجمہ : کسی نے کہا یا رسول اللہ آپ کے والد کہاں ہیں سرکار نے فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ میرے والد اور تیرے والد جہنم میں ہیں۔

زید ان کا یہ جواب دیتا ہے کہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ محمدی پریس لاہور میں ہی یہ عبارت ہے۔مصری فقہ اکبر شرح فقہ اکبر میں یہ عبارت نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے امام اعظم کو بدنام کرنے کے لئے یہ عبارت بڑھادی ہے۔اور احادیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں اس وجہ سے اجازت نہیں ملی کہ حضور کی والدہ کا انتقال مثل معصوم بچہ کہ ہوا۔جیسا کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے حدیث ۳،۴ میں باپ سے مراد ابو طالب ہیں چناچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی وشیخ جلال الدین سیوطی نے اس کا یہی جواب دیا ہے۔ مزید امام مذکور نے اپنے موقف کی تائید کے لئے کہا کہ شیخ جلال الدین سیوطی شافعی ہیں۔
اب حضور سے گزارش ہے کہ تفصیل سے اسکا جواب دے دیجئے کہ حضور کے والدین شریفین مومن وموحد ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو عبارت شرح فقہ اکبر واحادیث کا جواب کیا ہے؟

حضور اجمل العلماء نے مندرجہ بالا استفا کا جواب قرآن واحادیث، اقوال ائمہ ومحدثین ومفسرین نیز جزئیات فقہ اور تمام تر خصوصیات ولوازمات فتاویٰ نویسی کی روشنی میں دیتے ہوئے امام مذکور کی پیش کردہ احادیث کو علم اصول حدیث کے مستحکم قواعد وضوابط اور علمائے اصول حدیث کی تحقیقات سے جس طرح نا قابل استدلال قرار دیا ہے اس سے آپ کی محدثانہ دقیقہ سنجی، مسائل اصول حدیث پر وسعت مطالعہ اور استحضار علمی وکمال استدلال پر انفرادیت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔آپ جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:''بلا شک حضور نبی کریم کے والدین کریمین ہرگز کافر نہیں تھے۔ اس دعوی پر قرآن وحدیث سے کثیر دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں بطور نمونہ چند دلائل پیش کرتا ہوں۔ا۔دلیل اول قرآن کریم میں ہے ولعبد مومن خير من مشرك۔ **ترجمہ**: بیشک مسلمان غلام مشرک سے بہتر ہے۔اور بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب باب صفۃ النبی میں یہ حدیث مروی ہے۔ بعثت من خير قرون بنی اٰدم قرنا فقرنا حتی كنت من القرن اللذی كنت منه ۔ بخاری مصطفائی جلداول ۵۳۰)
ترجمہ: یعنی میں قرون بنی آدم کے ہر طبقہ اور ہر قرن کے بہتر میں

بھیجا گیا ہوں۔ یہاں تک کہ اس قرن میں جس میں پیدا ہوا۔''

حضور اجمل العلماء اپنے نفس مدعٰی کے اثبات پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ہر قرن و زمانہ کے بہترین زمانہ اور خیر قرون میں پیدا ہوئے اور آیت کریمہ نے بتایا کہ کافر مسلمان غلام سے خیر و بہتر نہیں ہوسکتا تو اب صاف طور پر نتیجہ نکل آیا کہ حضور کے آباؤ امہات کسی قرن میں کافر نہیں ہو سکتے ورنہ اس آیت اور حدیث دونوں کا انکار لازم آئیگا۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ والدین کریمین ہر گز ہر گز کافر و مشرک نہیں تھے۔''

اس کے بعد رسول اعظم کے والدین کریمین کے مومن وموحد ہونے پر بطور دلیل اپنے قلم حق رقم سے امام زمانہ حضرت امام فخر الدین رازی کی وہ روایت پیش کرتے ہیں جسے امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب التعظیم والمنۃ میں بھی نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں ان آباء محمد ما کانوا مشرکین نقله السیوطی فی کتابه التعظیم و المنه''۔

مزید لکھتے ہیں کہ

''علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں تحریر کرتے ہیں: فوجب ان لا یکون احد من اجداده مشرکا۔ یعنی یہ واجب ہے کہ حضور نبی کریم کے آبا و اجداد سے کوئی بھی مشرک نہ ہو اور بلا شک وہ مشرک نہیں تھے۔ بالجملہ اب قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ امت سے ثابت ہو گیا کہ حضور کے والدین کریمین ہر گز ہر گز کافر و مشرک نہیں تھے۔''

پھر نص قرآنی اور اسکے ساتھ مزید تشریحات وتحقیقات کے باعث ابونعیم کی دلائل النبوۃ، زرقانی کے حوالے اور علامہ سیوطی کی الدرج المنفیۃ کی مستند ومعتمد روایات سے نفس مسئلہ کی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''**دلیل دوم**۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المشرکون نجس یعنی مشرک و کافر ناپاک ہیں اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لم یزل الله عزو جل ینقلنی من اصلاب طیبة الی ارحام طاهرة صافیا مهذبا لا شعب شعبتان الا کنت فی خیر هما۔ (دلائل النبوۃ صفہ ۱۱)

یعنی ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے پاک پشتوں سے پاک شکموں کی طرف نقل فرماتا رہا صاف ستھرا، آراستہ۔ اب دو شاخیں پیدا ہوئیں تو میں ان میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم کے آباو امہات پاک ہوئے اور قرآن حکیم نے فرمایا کہ کافر ناپاک ہے تو آفتاب سے زیادہ روشن طور پر نتیجہ ظاہر ہو گیا کہ حضور کے تمام آباء و امہات جب پاک ہیں تو وہ کافر و مشرک نہیں ہوئے کہ کافر و مشرک تو ناپاک ہوتا ہے ورنہ اس آیت وحدیث کی مخالفت لازم آئیگی۔ اسی بنا پر زرقانی میں علامہ سنوسی محقق تلمسانی محشی شفا کا قول منقول ہے۔

لم یتقدم لوالدیه صلی الله علیه وسلمه شرك وکانا مسلمین لا نه علیه الصلاة والسلام انتقل من الا صلاب الکریمة الی الارحام الطاهرة لا یقون ذالك الا مع الایمان بالله تعالی۔ (زرقانی مصری جلد اول صفحہ ۱۷۴)

ترجمہ۔ یعنی حضور کے والدین کا پہلے شرک ثابت نہیں تو وہ مسلمان ہوئے اس لئے کہ حضور ﷺ بزرگ پشتوں سے پاک شکموں

کی طرف منتقل ہوئے اور یہ بات اللہ پر ایمان کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے۔الحاصل ان آیات واحادیث واقوال ائمہ ملت سے ثابت ہو گیا کہ ہمارے نبی کے والدین کریمین ہرگز ہرگز کافر مشرک نہیں تھے بلکہ یہ حضرات مسلمان مؤحد تھے اس دعوی پر دلیل اول یہ ہے اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے۔ وتقلبك فى الساجدين۔ یعنی تمہارا کروٹیں بدلنا سجدہ کرنے والوں میں ۔علامہ سیوطی الدُ رج المنیفۃ میں تحت آیت کریمہ فرماتے ہیں: معناه انه كان ينقل نوره من ساجد الى ساجد ولهذا التقرير فا لاية دالة على ان جميع آباء محمد كانوا مسلمين ۔

ترجمہ : یعنی آیت کے معنی یہ ہیں کہ حضور کا نور ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف نقل ہوتا تھا۔تو اس تقریر کی بنا پر آیت نے اس بات پر دلالت کی کہ نبی کریم صلی علیہ وسلم کے تمام آباءمسلمان تھے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی الدرج المنیفہ میں خاص والدین کریمین کے لئے تصریح کرتے ہیں:

انهما كانا على التوحيد ودين ابراهيم عليه السلام كما كان على ذالك طائفة من العرب كزيد بن عمر و بن نفيل و قيس بن ساعده و ور قة بن نوفل و عمير بن حبيب الجهنى و عمر و بن عتبة۔

ترجمہ : یعنی والدین کریمین توحیداور دین ابراہیمی پر تھے جیسے کہ عرب کا ایک گروہ زید بن عمرو بن نفیل ،قیس بن ساعدہ ،ورقہ بن نوفل،عمیر بن حبیب الجھنی اورعمرو بن عتبہ تھے''۔

حضرت اجمل العلماء احقاق حق وابطال باطل کے لئے آیت قرآنی ولسوف يعطيك ربك فترضىٰ۔ تیسری دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں نیز رضائے مصطفیٰ ﷺ کی تفسیر وتشریح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما کی مندرجہ ذیل تفسیر نقل کرتے ہیں:

"من رضا محمد ان لا يد خل احد من اهل بيته النّار۔

(ازالة الخَفاءِ۔ صفه ۹۳)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی رضا یہ ہے کہ کی انکے اہل بیت سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہو۔اس سے ثابت ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کی رضا کا طالب تو ان کے آبا وامہات پھر کیسے اہل نار سے ہو سکتے ہیں۔''

مذکورہ توضیح وتشریح کے بعد بھی آپ نے مسلم شریف سے باب شفاعۃ النبی لابی طالب میں ابو طالب سے متعلق روایت سے، حدیث حاکم باسند صحیح حضرت ابن مسعود سے،ابوسعید کی شرف النبوۃ اور حافظ محبّ الدین طبری کی ذخائر العقبیٰ میں،ابوالقاسم کی امانی میں حضرت عمران حُصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاسالت ربى ان لا يدخل احد من اهل بيتى النار فاعطانيها۔ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میرے اہل بیت سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہو اور رب نے مجھے یہ عطا فرمایا۔(جامع صغیر مصری جلد اول ۲۴ص)اس کو بھی اپنے عندیہ کی تائید وتوثیق میں پیش کیا ہے جو نبی اعظم کے والدین معظمین ومکرمین کے مومن ہونے پر واضح دلالت کرتی ہے۔

معترض امام کی بیان کردہ عبارت فقہ اکبر وشرح فقہ اکبر کے متعلق محققانہ وثوق واعتماد کے ساتھ آپ نے ثابت کیا ہے کہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ لاہور میں یہ تحریف ہے اورمحرفی کتاب قابل

حجت نہیں۔عبارت مذکورہ کی تحریف وترمیم پر جوآپ نے اپنے فتاویٰ میں تفصیل سے لکھا ہے اس کا ایک ایک حرف آپ کی باریک بینی اور دقت نظر و وسعت مطالعہ کی بانگِ دہل شہادت دے رہا ہے وہیں مخالفین کی تحریفات وترمیمات کوطشت از بام کرنے کی ہنرمندی کا بین ثبوت بھی ہے۔آپ نے ملاعلی قاری کا اس مسئلہ میں مسلک بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پہلے ان کا یہی مسلک تھا جوامام مذکور کا ہے۔پھر ملاعلی قاری نے اس موقف سے رجوع کرلیا تھا۔

حضور اجمل العلماء نے سائل کی جانب سے بیان کردہ دونوں حدیث مسلم وابن ماجہ پرعلم حدیث واصول حدیث کے بحر بے کنار میں غوطہ زن ہوکر محدثین کی تحقیقات وروایات اوراپنی محدثانہ دقیقہ سنجی سے مزین ومبرہن ایسے آٹھ جوابات دیے ہیں جن میں ان روایات کا کہیں حدیث منسوخ ہونا، کہیں راوی کا ضعیف ہونا، کہیں حدیث مسلم کوخبر واحد ہونے کے سبب دلیل قطعی کے معارض نہ ہونا، کہیں الفاظ ابی و اباک کی روایت میں ابی و اباک سے ابو طالب مراد ہونا اور کہیں سائل کی بیان کردہ حدیث اول کوعلامہ سیوطی کے حوالہ سے اس طرح نا قابل عمل قرار دیکر کہ جب کسی حدیث صحیح کا کوئی معارض ہوتو پھر وہ قابل عمل نہیں ہوتی ثابت کیا ہے۔ان جوابات سے آپ نے سائل معترض کے جملہ شکوک وشبہات و ایرادات کاازالہ فرما کرمہر تحقیق ثبت کی ہے کہ جس کے بعد باطل کے زبان وقلم مقفل ہوجاتے ہیں۔**جواب اول** کے تحت فرماتے ہیں:''سائل نے جوحدیث مسلم شریف سے استناد کیا ہے تو یہ حدیث صحیح ہے لیکن حدیث صحیح کا جب کوئی معارض ہوتو پھر وہ قابل عمل نہیں ہوتی چنانچہ علامہ سیوطی مسالک الحنفاء میں فرماتے ہیں: **لیس کل حدیث فی صحیح مسلم یقال بمقتضاہ لوجود المعارض له. ترجمه**: صحیح مسلم کی ہرحدیث معارض کے وجود کے وقت قابل عمل نہیں رہتی۔جیسے صحیح حدیث بخاری ومسلم ہے کہ جب کتا کسی برتن کو چاٹ لے تواس کوسات بار دھویا جائے لیکن ہمارا عمل اس پرنہیں اسی طرح کثیر احادیث مسلم و بخاری ہیں جن کے معارض احادیث موجود ہیں تو معارض پرعمل کیا جاتا ہے اور مسلم بخاری کی احادیث پرعمل نہیں کیا جاتا۔تواس حدیث کا معارض ہے تو یہ حدیث مسلم قابل عمل نہ رہی''۔

جواب دوم کے تحت حدیث مسلم کو **المقامة السندسیه، السبل الجلیه فی اباءِ الطیبة** میں علامہ سیوطی کی تشریحات و روایات کے حوالے سے منسوخ قرار دیتے ہوئے امام مذکور کا حدیث مسلم سے والدین کریمین کے کفر پراستدلال واستخراج کرنا سخت نادانی اورواضح جہالت کے مترادف کہا ہے۔

سائل کی بیان کردہ حدیث اول پر **جواب سوم** کے تحت فرماتے ہیں:''اس حدیث مسلم میں حضرت آمنہ کا ذکر ہے اور ان کی وفات توحیدوایمان پرہوئی''۔

آپ نے اس مسلک حق کی تائید کے لئے''**التعظیم و المنة**'' سے علامہ سیوطی کی ان طویل ومفصل عبارات کونقل کیا ہے جن میں حدیث مسلم کے خلاف خودحضرت آمنہ کا وہ صریح قول موجود ہے جس میں دین ابراہیمی، حضور کی اسلام پر بعثت، بتوں کی عبادت سے ممانعت کا صاف ذکر ہے۔ والدین کریمین کے توحید باری تعالیٰ کے اقرار اورکفر وعبادات اصنام سے بے زاری وانکار کو لازم اوران کی وفات برتوحیدایمان کومستلزم ہے۔

جواب چہارم کے تحت حضرت آمنہ کے لئے آپ ﷺ کو استغفار کا اذن نہ ملنے کو دلیل کفر قرار دینے والے متدلین و محققین کے تحقیقی و استدلالی شیش محل کو اپنی حجت قاہرہ سے اس طرح مسمار کرتے ہیں ملاحظہ فرمایں فرماتے ہیں: ''اس حدیث مسلم میں یہ فرمایا گیا کہ حضور نبی کریم کو حضرت آمنہ کے حق میں استغفار کا اذن نہیں ملا تو اس سے ان پر کفر لازم نہیں آتا۔ممکن ہے اہل فترت کے حق میں استغفار ابتدا اسلام میں ممنوع ہو جیسے مسلمان قرض دار کی نماز جنازہ اور اس کے لئے استغفار ابتدائی اسلام میں ممنوع تھا پھر اس کی اجازت ہوئی۔'' اس پر امام المحققین علامہ جلال الدین کی التعظیم والمنة سے مندرجہ ذیل روایت نقل کرتے ہیں: **واما حديث عدم الا ذن في الا ستغفار فلا يلزم من الكفر بدليل انه صلى الله عليه وسلم كان ممنوعاً في اوّل الاسلام من الصلاة على من عليه دين الخ.**

استغفار کے متعلق اذن نہ ملنے کی حدیث سے کفر لازم نہیں ہوتا بدلیل سرکار علیہ السلام کو ابتدا اسلام میں اس شخص کی نماز جنازہ اور ایسے شخص کے لئے استغفار ممنوع تھا جو مقروض ہو کر مرا ہو اور ادائے قرض کے لئے کچھ نہ چھوڑا ہو۔فرماتے ہیں: ''اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت آمنہ کے لئے استغفار کا اذن نہ ملنے کو دلیل کفر قرار دینا غلط و باطل ہے''۔

حضور اجمل العلماء سائل کی بیان کردہ روایت نمبر دو بحوالہ ابن ماجہ این ابوك الى آخر الحديث کے متعلق لکھتے ہیں:

''حدیث دوم جس کو نہ فقط ابن ماجہ بلکہ مسلم شریف نے روایت کیا۔روایت مسلم کے الفاظ یہ ہیں: **حدثنا ابو بكر ناشيبة قال نا حماد و سلمة عن ثابت عن انس ان رجلا قال يا رسول الله اين ابى قال فى النار قال فلما قفا دعاه فقال ان ابى و اباك فى النار.** (مسلم مع نووی جلد اول ۱۱۴)

ترجمہ : ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی شیبہ نے ، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی حماد اور سلمہ نے وہ روایت کرتے ہیں ثابت سے۔وہ روایت کرتے ہیں حضرت انس سے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! میرے باپ کہاں ہیں؟ فرمایا: دوزخ میں۔پھر جب وہ شخص واپس ہوا تو حضور نے اس کو بلا کر فرمایا بے شک میرے باپ اور تیرے باپ جہنم میں ہیں۔''

حضرت اجمل العلماء نے متذکرہ بالا حدیث کے رواۃ کا اصول حدیث کے میزان و معیار اور مستند محدثین و اصولیین کی جرح و تعدیل کے تناظر میں علامہ جلال الدین کی مسالك الحنفا ،التعظيم والمنه اور علامہ زرقانی کی ''شرح مواہب لدنیہ'' کی طویل روایات سے تحقیقی و تنقیدی اصولی کلام فرماتے ہوئے ایسے پانچ جوابات دیے ہیں جن سے روایت راوی کے ضعیف اور خود روایت مسلم منسوخ ہونے کے سبب نا قابل استدلال و استنباط ہونے کو ثابت کیا ہے۔ان جوابات کے ملاحظات کے بعد ارباب فہم حضرات کو آپ کی اصول حدیث کے غامض اور دقیق وادق مسائل و مباحث پر کامل و اکمل دسترس اور محدثانہ نکات پر ید طولی کا علم و ادراک ہو جائے گا یہ مباحث واقعی مطالعہ کے متقاضی ہیں۔طوالت کے پیش نظر مختصر اقتباسات گوش گزار کیے جاتے ہیں۔فرماتے ہیں: ''اس حدیث کو امام مذکور نے اپنے استدلال میں پیش کر کے یہ ثابت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے والد دوزخ میں ہیں اس کے بھی چند

جوابات ہیں۔ **جواب اول** حدیث شریف کے یہ الفاظ ان ابی واباک فی النار ابن سلمہ راوی کی روایت میں ہیں لیکن ثابت سے جو معمر راوی نے روایت کی اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ پھر حماد راوی کے حافظہ میں محدثین نے کلام کیا ہے اور محدثین کو معمر راوی کے حافظہ میں کسی طرح کا کلام نہیں ہے۔تو روایت معمر اس روایت مسلم سے زیادہ قوی ثابت اور حدیث مسلم جو بروایت حماد ہے حدیث منکر ہے اور یہ حماد راوی ضعیف ہے۔''

واضح رہے حضور اجمل العلماء نے جواب مذکور کو مسالک الحنفا کے صفحہ ۴۹، التعظیم والمنه کے صفحہ ۳۶،اور علامہ زرقانی کی شرح مواہب لدنیہ کے صفحہ ۱۷۹ کی عبارات سے متحقق و مستدل کیا ہے۔دلیل کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر التعظیم والمنۃ کی ایک عبارت سامعین کی نظر ہے۔کہتے ہیں:

''علامہ سیوطی فرماتے ہیں والمناکیر فی روایة حماد کثیرة فبان بهذا ان الحدیث المتنازع فیه لا بد ا ن یکون منکراً۔ مناکیر روایات حماد راوی کی روایات میں زیادہ ہیں تو اس بات سے ظاہر ہوگیا کہ یہ حدیث کہ جس میں تنازع ہے لازمی طور پر حدیث منکر ہے''۔

شرح مواہب کی وہ عبارت جس میں علامہ زرقانی نے حماد کی روایت پر محدثین عظام کی جرح وتعدیل کا ذکر کیا ہے۔مع الاختصار ایک ٹکڑا سماعت فرمائیں۔وحماد وان کان اماماً عالماً عابدا فقد تکلم جماعة فی روایتیه ولم یخرج له شیأً فی صحیح۔ حماد اگر چہ امام تھا،عالم تھا، عابد تھا تب بھی بلا شبہ محدثین کی ایک جماعت نے اس کی روایت پر کلام جرح وتعدیل کیا ہے اور کسی نے اس کی روایت اپنی صحیح میں ذکر نہیں کی۔

جواب دوم کے تحت اس حدیث مسلم کے راوی ثابت کو علامہ سیوطی کے حوالے سے ضعیف قرار دیتے ہوئے عبارت نقل کرتے ہیں :فثابت وان کان اماماً ثقة فقد ذکره ابن عدی فی کامله فی الضعفاء وقال انه وقع فی احادیثه منکرة۔ (التعظیم والمنۃ) ثابت راوی اگر چہ امام وثقہ ہے مگر ابن عدی نے اپنی کامل میں اس کا ضعیف رواۃ میں ذکر کیا ہے ابن عدی نے کہا ثابت کی احادیث میں منکر روایات واقع ہوئی ہیں''۔

حضور اجمل العلماء فرماتے ہیں:''اسی طرح علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں تصریح کی۔لہٰذا یہ حدیث مسلم احتجاج کے قابل نہ رہی تو امام مذکور کا اس حدیث سے احتجاج کرنا اس کی جہالت ہے۔''

آپ نے جیسے اپنے جواب سوم کے تحت اس حدیث کو شرح مواہب کی روایت سے نا قابل استدلال قرار دیا ہے ویسے ہی جواب چہارم کے تحت اس حدیث مسلم کو علامہ زرقانی کی شرح مواھب اور علامہ سیوطی کے متعدد حوالوں سے منسوخ ہونا ثابت کیا ہے بطور دلیل فقط ایک عبارت نقل کی جاتی ہے۔کہتے ہیں:'' یہ حدیث منسوخ ہے چنانچہ علامہ زرقانی شرح مواھب میں فرماتے ہیں: الجواب انه منسوخ بالآیات والا حادیث الواردة فی اهل الفترة۔ جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مسلم منسوخ ہے ان آیات اور احادیث کی روشنی میں جو اہل فترت کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔''(زرقانی صفحہ ۱۷۹)

جواب کے اختتام پر فرماتے ہیں:'' ثابت ہوگیا کہ یہ حدیث مسلم منسوخ ہے تو امام مذکور کا اس منسوخ حدیث سے استدلال کس قدر غلط ہے۔''

جواب پنجم کے تحت اس حدیث مسلم میں واردشدہ لفظ 'اب' سے ابو طالب مراد ہونا علامہ سیوطی کی مسالك الحنفاء اور علامہ زرقانی کی شرح مواہب سے ثابت فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں: ''اس حدیث مسلم میں 'ابی' سے ابوطالب مراد ہیں کہ چچا بھی باپ کہلاتا ہے جیسے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے چچا آزر کو قرآن کریم میں 'اب' فرمایا گیا۔ حالانکہ انکے والد تارخ ہیں۔ چناچہ علامہ سیوطی مسالك الحنفاء میں فرماتے ہیں: حدیث انس میں سرکار ﷺ کا قول ''ان ابی'' سے مراد سرکار کے چچا ہیں نا کہ آپ کے والد حضرت عبداللہ ہیں جیسا کہ اس کے متعلق فخر الدین رازی نے کہا کہ 'اب ابراہیم سے مراد حضرت ابراہیم کے چچا ہیں۔ علامہ زرقانی شرح مواھب لدنیہ میں فرماتے ہیں: واراد بابیه عمه ابا طالب لا ن العرب تسمي العم ابا حقيقة ولا نه رباه والعرب تسمي المربي ابا ۔ حضور کے اب سے مراد حضور کے چچا ابو طالب ہیں اس لئے کہ اہل عرب حقیقتاً چچا کو 'اَب' کہتے ہیں اور اس لئے بھی ابو طالب نے حضور کی پرورش کی تھی اور عرب والے مربی کو اب کہا کرتے ہیں۔''

جواب کے اختتام پر توضیحاً رقم فرماتے ہیں: ''ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ حدیث مسلم میں ابی سے مراد ابو طالب ہیں نہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ تو اب اس امام مذکور کا حدیث کے لفظ 'اَب' سے حضرت عبداللہ کو مراد لینا غلط ثابت ہوا''۔

حضور اجمل العلماء امام کے ایک فاسد استدلال کا تحقیقی ازالہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اب باقی رہا امام مذکور کا یہ کہنا کہ علامہ سیوطی شافعی ہیں تو یہ اسکی جہالت ہے کہ بات فروعی مسائل ہی سے نہیں جس میں تقلید ائمہ کا تفرقہ ہوتا بلکہ ایسے امور ہیں ان میں اختلاف ہی نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ اس باب میں ملا علی قاری حنفی، شیخ محقق ابن نجیم حنفی صاحب الاشباہ والنظائر۔ علامہ سید احمد حنفی صاحب حُموی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ علامہ ابن عابدین شامی صاحب ردُ المحتار وغیرہم احناف، حضرت علامہ سیوطی کی تائید کرتے ہیں تو اگر یہ مسئلہ شافعیہ کا ہوتا تو ایسے مشہور حنفی اپنی تصنیفات میں اس قول کی ہرگز تائید نہ کرتے۔ تو ظاہر ہو گیا کہ امام مذکور کا یہ قول بدتر از بول قرار پایا۔''

سامعین حضرات! حضور اجمل العلماء علامہ شاہ مفتی اجمل سنبھلی علیہ الرحمۃ کا مکمل مجموعہ فتاویٰ ''فتاوی اجملیہ'' آپ کی فقہی بصیرت، ژرف نگاہی اور محققانہ طرز تحریر کی منھ بولتی تصویر ہے جو کسی بھی دور کے مفتی و محقق کے اعتراف کی احتیاج نہیں رکھتا۔ بلا شبہ آپ برصغیر ہند میں علم و تحقیق کے قافلہ سالار تھے۔ لہٰذا بیرونی علماء کے ساتھ بالخصوص سنبھل کے صاحبان قلم علماء کو چاہئے کہ آپ کی علمی و تصنیفی خدمات کو ہر سطح پر اجاگر کریں تا کہ بارگاہ اجمل العلماء میں ہماری حقیقی عقیدتوں کا خراج متاع آخرت بنتا رہے۔

اپیل

امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت کے صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر ماہنامہ اعلیٰ حضرت ''صد سالہ عرس رضوی نمبر'' منظر عام پر لانے کی تیاری کر رہا ہے۔ لہٰذا اہل قلم سے گزارش ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات سے متعلق اپنی گراں قدر نگارشات ادارے کو ارسال فرمائیں۔ (سلیم بریلوی)

تعویذ نویسی امام احمد رضا کی نظر میں

شریعت مخالف نام نہاد عاملین کی تباہ کاریوں کو اجاگر کرتی ایک فکر انگیز تحریر

از:- مولانا افتخار الحسن رضوی، سعودی عرب

جب سے ہم نے بازاری عاملوں، جاہل پیروں اور تعویذ فروش تاجروں کے ردّ میں ''دعوت القرآن'' کے زیر اہتمام فی سبیل اللہ روحانی علاج کا سلسلہ شروع کیا ہے اس وقت سے آئے دن متعدد ایسے لوگ ہمارے پاس پہنچتے ہیں جنہیں ایسے ہی شریعت دشمن عاملین نے خراب کر رکھا ہوتا ہے۔ حال ہی میں ایک برطانوی خاندان کے افراد جو کہ جادو اور جنات سمیت نہ جانے کون کون سے امراض و مصائب میں مبتلا ہو کر ایک قادری رضوی کہلوانے والے خودساختہ عامل کے پاس پہنچے۔ اِن عامل صاحب نے اپنے ''فائیو اسٹار لگزری کمرے'' میں بیٹھ کر جن نکالے اور بعد میں کچھ تعویذات دیتے ہوئے ہدایت کی کہ اِن تعویذات کو روزانہ اپنے گھر میں سات سات بار جوتے مار کر جلانا ہیں۔

بھلا ہو اس خاندان کی ایک غیرت مند بیٹی کا کہ اس بچی کے ذہن میں سوال ابھرا کہ اگر یہ عامل پابند شریعت ہے تو یہ غیر قرآنی وخلاف سنت عمل نہیں دے سکتا۔ اور اگر یہ عمل قرآنی آیات اور نبوی دعا پر مبنی ہے تو اسے جوتے مارنا توہین و گستاخی ہے؟ چنانچہ پورے خاندان نے بالاتفاق طے کیا کہ وہ تعویذ کسی متبع شریعت عامل کو دکھایا جائے۔ میرے دوست حاجی امجد نواز (شیفیلڈ، برطانیہ) کی وساطت سے یہ تعویذ مجھ تک پہنچا تو اس تعویذ پر ''طاسوسا، عاسوسا، ماسوسا'' وغیرہ وغیرہ لکھا تھا۔ اب مجھے یہاں امام اہل سنت سیدنا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا یہ فتویٰ یاد آیا جو کہ اس نام نہاد قادری رضوی عامل کو بھی یاد ہونا چاہیئے تھا۔ پڑھیئے اور سمجھئے کہ امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے اس طرح کے باطل عاملین اور غیر شرعی تعویذات لکھنے والوں کی اصلاح کے لیے ایک صدی قبل کیا فتویٰ جاری فرمایا تھا۔ ایک سائل نے آپ سے دریافت کیا۔ **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عملیات یعنی تعویذات وغیرہ کتابوں سے کرنا حق ہے یا باطل؟ کس طور سے جواز اور کس طریق سے ناجائز؟ رقم فرمائیں۔

یہ سوال جب امام اہل سنت کی بارگاہ میں پہنچا تو آپ نے اس کا ایک تحقیقی جواب رقم فرماتے ہوئے یوں جواب ارشاد فرمایا: **الجواب** عملیات وتعویذ اسمائے الٰہی وکلام الٰہی سے ضرور جائز ہیں جب کہ ان میں کوئی طریقہ خلاف شرع نہ ہو۔ مثلاً کوئی لفظ غیر معلوم المعنی جیسے ''حقیظی، رمضان، کعسلہون'' اور دعائے طاعون میں ''طاسوسا، عاسوسا، ماسوسا'' ایسے الفاظ کی اجازت نہیں جب تک حدیث یا آثار یا اقوال مشائخ معتمدین سے ثابت نہ ہو۔ یوں ہی ''دفع صرع'' وغیرہ کے تعویذ کہ مرغ کے خون سے لکھتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے۔ اس کے عوض مشک سے لکھیں کہ وہ بھی اصل میں خون

ہے۔ یونہی ''حب وتسخیر'' کے لیے بعض تعویذات دروازے کی چوکھٹ میں دفن کرتے ہیں کہ آتے جاتے اس پر پاؤں پڑیں یہ بھی ممنوع وخلاف ادب ہے۔ اسی طرح وہ مقصود جس کے لیے وہ تعویذ یا عمل کیا جائے اگر خلاف شرع ہو، ناجائز ہو جائے گا۔ جیسے عورتیں ''تسخیر شوہر'' کے لیے تعویذ کراتی ہیں یہ حکم شرع کا عکس ہے۔ اللہ عزوجل نے شوہر کو حاکم بنایا ہے۔ اسے محکوم بنانا عورت پر حرام ہے۔ یونہی تفریق وعداوت کے عمل وتعویذ کہ محارم میں کیے جائیں مثلاً ''بھائی کو بھائی سے جدا کرنا'' یہ قطع رحم ہے اور قطع رحم حرام۔ یونہی ''زن وشوہر میں نفاق ڈلوانا'' حدیث میں فرمایا: ''لیس منا من خبب امراۃ علی زوجھا۔ (یعنی جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ سنن ابوداؤد۔ کتاب الطلاق)''

بلکہ مطلقاً دو مسلمانوں میں تفریق بلا ضرورت شرعی ناجائز ہے۔ حدیث میں فرمایا: لاتباغضوا ولا تدابروا الی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکونوا عباد اللہ اخوانا۔ (لوگو!) ایک دوسرے سے عداوت نہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد گرامی تک ''اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب)''

غرض نفس عمل یا تعویذ میں کوئی امر خلاف شرع ہو یا مقصود میں تو ناجائز ہے ورنہ جائز بلکہ نفع رسانی مسلم کی غرض سے محمود و موجب اجر۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو کوئی نفع پہنچائے تو پہنچائے۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ ترجمہ)

یہ فتویٰ تخریج شدہ فتاویٰ رضویہ جدید کی جلد نمبر ۲۴/ کتاب الحظر والاباحۃ میں مسئلہ نمبر ۲۶/ کے تحت مذکور ومندرج ہے۔

گزارش! خوشی، غمی، نقصان، فائدہ، بیماری اور صحت اللہ کی طرف سے ہے اس کا علاج بھی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقے سے کریں اور کروائیں، شریعت سے متصادم، اسلام دشمن عاملین کے ہتھے چڑھ کر اپنا ایمان ویقین برباد نہ کریں۔ جس عامل کی شکل سنت سے مطابقت نہ رکھتی ہو، داڑھی خلاف سنت ہو، لباس اور وضع قطع اور طرز زندگی اسلامی احکام سے متصادم ہو اس سے بچیں، فاسق وفاجر اور گندے اور سفلی عمل کرنے والے نام نہاد اور شریعت مخالف عاملین کے پاس جانے اور ان سے اپنے جائز وناجائز مقصود کی برآری کے لیے عملیات وتعویذات کرانا ناجائز ہے۔ اگرچہ ایسے لوگ ہواؤں میں ہی پرواز کرنے والے کیوں نہ ہوں۔ یہ ایک برطانیہ ہی کا مسئلہ نہیں بلکہ تقریباً دنیا کے ہر خطے خاص کر برصغیر ہندوپاک وغیرہ میں بھی غیر شرعی عملیات و تعویذات اور شریعت مخالف عاملین کا بازار گرم ہے۔ ہمارے گھرانے کی عورتیں خاص کر اس مرض میں زیادہ مبتلا ہیں۔ گھر، سماج اور مذہب ومسلک کے ذمہ دار افراد کے لیے لازم ہے کہ ہر سطح پر اس بازار کو بند کرانے کی مہم چلائیں۔ اس طرح کے معوذین وعاملین سماج ومعاشرہ کے لیے مہلک اور ناسور بن چکے ہیں۔ یہ فساق وفجار شریعت دشمن نام نہاد عاملین گھر کے گھر تباہ وبرباد کر رہے ہیں۔ بھائی بھائی کو لڑا رہے ہیں، ساس بہو کو لڑا رہے ہیں، نند بھاوج کو آپس میں بھڑوا رہے ہیں غرض کہ گھر گھر میں جنگ کا ماحول برپا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے نام نہاد عاملین سے محفوظ فرمائے۔

فتاویٰ رضویہ کی ایک عبارت پر شبہ کا ازالہ

از:-مفتی محمد سلیم بریلوی

مدرسہ منظر اسلام کے حضرت مولانا احسان علی صاحب (علیہ الرحمہ) نے مؤرخہ ۱۱؍شوال المکرّم ۱۳۳۷ھ میں ایک استفتاء کے ذریعہ امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے یہ دریافت فرمایا کہ نماز کے اندر جو قرأت فرض ہے اس کی کم سے کم مقدار کتنی ہے کہ جو مایجوز به الصلوٰة بن سکے اور جس سے کہ فرض قرأت ادا ہو سکے۔اس کے جواب میں سرکار اعلیٰ حضرت نے جو حکم شرعی بیان فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مایجوز به الصلوٰة کی کم سے کم مقدار وہ آیت ہے کہ جو ۶؍حروف سے کم نہ ہو اور بہت سے ائمہ وعلماء نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی ہے کہ ۶؍حروف کے ساتھ ساتھ وہ آیت ایک کلمہ کی نہ ہو بلکہ دو کلموں پر مشتمل ہو جیسے کہ ''ثم نظر'' کیونکہ اس آیت میں ۶؍حروف ہیں تین ''ثم'' کے اندر اور تین ''نظر'' کے اندر نیز ۲؍کلمے بھی ہیں ایک کلمہ ''ثم'' اور دوسرا کلمہ ''نظر''۔اس کے برخلاف آیت کریمہ ''مدھآمّتٰن'' اگرچہ ایک پوری آیت اور ۶؍حرف سے زائد ہے کہ شکلاً اس کے حروف کی تعداد ۹؍ ہے مگر چونکہ یہ ایک ہی کلمہ پر مشتمل ہے اس وجہ سے علماء وائمہ کی اس کثیر جماعت کے اعتبار سے کہ جنھوں نے ۶؍حرفی کے ساتھ ۲؍کلموں کی قید لگائی ہے ان کے یہاں یہ آیت کریمہ مایجوز به الصلوٰة کی مقدار نہ بن سکے گی اور اگر کسی نے صرف یہی آیت پڑھی تو فرض قرأت ادا نہ ہو پانے کی وجہ سے نماز جائز نہ ہوگی۔

اگرچہ فقہاء کی ایک دوسری جماعت نے آیت کریمہ مدھآمّتٰن سے جواز نماز کا قول کیا ہے اور اس کی نسبت ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کی ہے اور اس قول کو ان حضرات نے اصح کہا ہے جیسے کہ امام اجل اسبیجابی اور امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کاشانی۔

آیت کریمہ مدھامتٰن مایجوز به الصلوٰة یعنی جواز نماز کے لیے کافی ہے یا نہیں مذکورہ دونوں مذہبوں اور اختلاف مذہبین کو بیان کرنے کے بعد سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے **اقول** کے ذریعہ ایک فیصلہ کن حکم تحریر فرمایا کہ اظہر یہی ہے (کہ مدھآمتٰن سے فرض قرأت ادا ہو جائے گا) مگر جب کہ ایک جماعت اسے (یعنی ۶؍حرف کے ساتھ دو کلموں کا ہونا ضروری ہے کو) ترجیح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط ہے۔پھر دونوں کا محمل، دونوں میں سے ہر ایک پر الگ الگ کس وقت عمل میں زیادہ احتیاط ہے اور دونوں میں تطبیق کی صورت کیا ہے اسے بیان کرتے ہوئے جو تفصیل پیش کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مایجوز به الصلوٰة والی مقدار قرأت کی ضرورت عموماً اس وقت پیش آتی ہے جب کہ نمازی کسی وجہ سے مقدار واجب قرأت ادا نہ کرنے پر مجبور ہو اور قدرت نہ رکھتا ہو مثال کے طور پر فجر کا وقت جبکہ طلوع شمس میں اتنا وقت باقی نہ بچا ہو جتنے میں کہ واجب قرأت کر سکے بلکہ صرف اتنا

تھوڑا وقت بچا ہے کہ اس میں محض مایجوز به الصلوٰۃ کی کم سے کم مقدار قرأت کرنے کی گنجائش ہے تو ایسی صورت میں نمازی کے لیے افضل، اَحوط اور بہتر یہی ہے کہ وہ ''ثم نظر'' والی آیت ہی پڑھے کیونکہ اس وقت گنجائش کم ہے اور ضرورت اس بات کی متقاضی ہے کہ قلت وقت کی وجہ سے مختصر سے مختصر ایسی آیت پڑھے کہ جس سے فرض قرأت ادا ہو جائے چونکہ ''ثم نظر'' اور ''مدھآمتٰن'' میں سے ''ثم نظر'' زیادہ مختصر ہے کیونکہ اس کے حروف ۶ / ہیں اور مدھآمتٰن کے شکلاً حروف ۹ / ہیں مزید یہ کہ اس میں ایک ایسا مد بھی لگا ہوا اور شامل ہے کہ جسے پانچ الفوں کے برابر کھینچنا پڑتا ہے۔ اس کی ادائے گی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کے حروف ۱۳ / بنتے ہیں اور ظاہر سی بات ہے کہ ۶ / حروف کی ادائے گی کم وقت میں ہوگی اور ۱۳ / حروف کی ادائے گی زیادہ وقت میں۔ چونکہ یہ وقت وقتِ حاجت ہے، عجلت کا متقاضی ہے اس پر مستزاد یہ کہ فقہاء کی ایک کثیر جماعت نے مدھآمتٰن کو مایجوز به الصلوٰۃ یعنی مقدار فرض قرأت کے لیے کافی مانا ہی نہیں کہ یہ حضرات ۶ / حروف کے ساتھ ۲ / کلموں کی بھی قید لگاتے ہیں اور مذکورہ آیت میں یہ شرط مفقود ہے اس وجہ سے احوط اور راجح یہی ہے کہ ایسے وقت عجلت میں ثم نظر کی تلاوت کی جائے البتہ ایک نمازی ایسا ہے کہ جسے مدھآمتٰن کے علاوہ کوئی دوسری مختصر اور چھوٹی آیت یاد ہی نہیں تو اس کے لیے اجازت ہے کہ دوسری جماعت فقہاء کے موقف پر عمل کرتے ہوئے مدھآمتٰن کی تلاوت کرلے اور احوط اعادہ ہے۔

اس حکم شرعی کو بیان کرتے ہوئے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تحریر فرمایا وہ مندرجہ ذیل ہے:

''اقول اظہر یہی ہے مگر جب کہ ایک جماعت اسے ترجیح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط ہے خصوصاً اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدر واجب سے کم رہا ہو ایسے وقت ''ثم نظر'' کہ بالا جماع ہمارے امام کے نزدیک ادائے فرض کو کافی ہے مدھآمتٰن سے جلدی ادا ہو جائے گا کہ اس میں حرف بھی زائد ہیں اور ایک ''مد متصل'' ہے جس کا ترک حرام ہے۔ ہاں! جسے یہی یاد ہو اس کے بارے میں وہ کلام ہوگا اور احوط اعادہ''۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۳۲-۱۳۱)

اس حکم شرعی میں آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ''اس (مدھآمتٰن) میں حرف بھی زائد ہیں اور ایک مد متصل ہے''۔ اس پر ایک دیوبندی نے یہ اعتراض کیا کہ تمہارے اعلیٰ حضرت نے مدھآمتٰن کو مد متصل کی مثال میں پیش کیا ہے جب کہ یہ مد لازم کلمی مثقل کی مثال ہے۔

فن تجوید و قرأت کی کتابوں میں جو تعریفات اور مثالیں پیش کی گئی ہیں ان کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ اعتراض دُرست ہے لیکن اس کو درست وہی سمجھ سکتے ہیں کہ جو ہر فن اور ہر میدان کے قواعد وضوابط نیز ان کے مسائل میں امتیاز نہیں کرتے اور کسی بھی اصطلاح کو ہر فن کے مسائل پر منطبق کر دیتے ہیں جبکہ ہر فن کی اصطلاحیں الگ ہیں۔ ہر فن کا موضوع الگ ہے اور ہر فن کی غرض وغایت بھی مختلف۔ جس فن کا مسئلہ ہو اسی فن کے تناظر میں اس کے الفاظ واصطلاحات کے محامل کو متعین کیا جاتا ہے۔

اس اعتراض کے سرِ دست جو جوابات میرے ذہن میں آئے انہیں نقل کرنے سے پہلے ضروری یہ ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ فن

تجوید وقرأت میں مدمتصل، مدلازم کلمی مثقل کسے کہتے ہیں اور ان دونوں کا مقسم کیا ہے نیز اس مقسم کی کن کن اعتبارات سے کون کون سی قسمیں وجود میں آئی ہیں۔ لہٰذا اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ماہرین فن تجوید مدفرعی (مقسم) کی سکون کے اعتبار سے دو قسمیں بتاتے ہیں۔(۱) مدلازم (۲) مدجائز۔ چونکہ یہ دونوں قسمیں مدفرعی کی ہیں اور وہ بھی سکون کے اعتبار سے اب چونکہ سکون مختلف نوعیّتوں کا ہوتا ہے اس وجہ سے ان دونوں کی مزید قسمیں وجود میں آئیں چنانچہ مدلازم کی سکون کی مختلف نوعیّتوں کے اعتبار سے پانچ قسمیں ہیں جن میں پہلی قسم کا نام مدلازم کلمی مثقل ہے یعنی جب حرف مدہ کلمے میں ہو اور اس کے بعد والے حرف پر تشدید ہو تو اس قسم کو مدلازم کلمی مثقل کہتے ہیں کیونکہ اس میں حرف مدہ کے ساتھ دوسرے متصل کلمے میں تشدید ہوتی ہے اور حرف مشدد میں پہلا حرف ساکن ہوتا ہے۔ لہٰذا مدفرعی کی سکون کے اعتبار سے یہ ایک ایسی قسم ہوئی کہ جسے مدلازم کلمی مثقل کا نام دیا گیا ہے۔

اسی مدفرعی (مقسم) کی ایک اور تقسیم سبب کے اعتبار سے ہوتی ہے کیونکہ جب کسی حرف مدہ کو کسی سبب سے اس کی فطری مقدار سے زیادہ لمبا کر کے پڑھنا ضروری ہو تو وہ مدفرعی کہلاتا ہے۔ اب یہ اسباب چونکہ مختلف ہوتے ہیں لہٰذا اختلاف اسباب کی بنیاد پر اس مدفرعی کی ایک دوسری تقسیم کی جاتی ہے جس کی بنیاد پہلی تقسیم کے برخلاف کہ اس کی بنیاد سکون پر تھی اس سے جداگانہ اس تقسیم کی بنیاد اسباب پر ہوتی ہے۔ چنانچہ دو حرف مدہ کے بعد اسی کلمے میں ہمزہ آجانے کے سبب جب اس کے مد کو اس کی فطری مقدار سے زیادہ لمبا کر کے پڑھنا لازم ہو تو اسے مدمتصل کہتے ہیں۔

(ملخصاً وتوضیحاً از خلاصۃ التجوید)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مدمتصل اور مدلازم کلمی مثقل دونوں ہی مدفرعی کی قسمیں ہیں فرق یہ ہے کہ ایک کا مقسم مدفرعی سکون کے اعتبار سے ہے اور دوسرے کا مقسم مدفرعی سبب کے اعتبار سے۔ دوسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ جس طرح مدلازم کلمی مثقل کی ادائے گی لازم و واجب ہے اسی طرح مدمتصل کی بھی ادائے گی اس کی مخصوص مقدار میں لازم و واجب ہے نیز جس طرح مدمتصل کا ترک حرام ہے اسی طرح مدلازم کلمی مثقل کا بھی ترک حرام ہے۔ فرق بس اتنا ہے کہ کلمی مثقل میں حرف مدہ ایک ہی کلمہ میں ہوتا ہے اور اس کی اصلی وفطری مقدار سے زیادہ لمبا پڑھنے اور ادا کرنے کا سبب اس بعد والے حرف پر تشدید کا ہونا ہوتا ہے اس کے برخلاف مدمتصل میں حرف مدہ کو اس کی اصلی وفطری مقدار سے زائد لمبا پڑھنے اور ادا کرنے کا سبب حرف تشدید کے بجائے ہمزہ ہوتا ہے پہلے کی مثال حآجّ، اور دوسرے کی مثال جآء ہے۔ اس تفصیل کے بعد آیئے اب فتاویٰ رضویہ کی مذکورہ عبارت کا مطلب سمجھتے ہیں۔

اولاً: یہ اعتراض کر کے معترض نے اپنے سطحی علم اور بے وقوفی کا ثبوت دیا ہے۔ اسے یہی نہیں معلوم کہ مثال اور ممثل لہ کسے کہتے ہیں؟ نیز مثال اور ممثل لہ کے بیان کرنے کا اسلوب کیا ہوتا ہے؟ مذکورہ عبارت غور سے پڑھیں تو آپ کو واضح طور پر پتہ چل جائے گا کہ امام اہل سنت نے جو اسلوب بیان اختیار فرمایا ہے وہ ہرگز ہرگز مدھآمتٰن کو مثال کے طور پر پیش کرنے کا نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت نے تو یہاں ثم نظر اور مدھآمتٰن کے پڑھنے میں صرف ہونے

والے وقت اور دونوں میں شامل حروف کی مقدار کا موازنہ پیش فرمایا ہے اور دونوں کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ پہلی آیت میں حروف کم ہیں اور دوسری میں حروف زیادہ نیز دوسری میں حروف کی زیادتی کے ساتھ ایک ایسا مد بھی شامل ہے کہ جس کا ترک حرام ہے۔ یہاں اعلیٰ حضرت نے مدھآمتٰن کو مد متصل کی مثال میں پیش ہی نہیں فرمایا نہ ہی آپ کا اسلوب بیان مثال پیش کرنے کا ہے۔

ثانیاً: معترض نے فتاویٰ رضویہ کی مذکورہ عبارت کو سمجھا ہی نہیں اور اس نے اس میں مذکور مد متصل کو اصطلاح قرأت والا مد متصل سمجھ لیا جب کہ اعلیٰ حضرت کی عبارت یہ ہے کہ ''اس میں ایک مد متصل ہے'' اس عبارت میں معترض نے ''ایک'' کو مبتدا اور ''مد'' کو موصوف نیز ''متصل'' کو صفت مان کر ''مد متصل'' کو خبر سمجھ کر اسے باب قرأت کی اصطلاح پر ڈھال دیا اور بے سوچے سمجھے اعتراض کر دیا جبکہ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت ایک فقہی حکم بیان کر رہے ہیں جس کے الفاظ کو فقہی محمل پر محمول کرنا ضروری تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں اس عبارت میں ''ایک مد متصل ہے'' کی ترکیب وہ نہیں جو معترض سمجھ رہا ہے بلکہ اس کی ترکیب یوں ہے کہ ''ایک حرف عدد'' اور ''مد'' معدود۔ عدد معدود سے مل کر مبتداء بنا۔ ''متصل ہے'' اسی مبتداء کی خبر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مدھآمتٰن میں حروف بھی زائد ہیں مزید یہ کہ اس میں ایک مد بھی ملا ہوا ہے اور یہ مد ایسا مد لازم ہے کہ جس کا ترک حرام ہے۔ حاصل یہ ہے کہ یہاں اس عبارت میں مد کو ساکن کر کے یوں پڑھیں گے کہ اس میں ''ایک مدْ متصل ہے''۔ یہاں سرکار اعلیٰ حضرت ثم نظر اور مدھآمتٰن کے پڑھنے میں صرف ہونے والے وقت کا تجزیہ فرما رہے ہیں کہ دونوں میں سے کون سی آیت کم وقت میں پڑھی جائے گی اور کس آیت کے پڑھنے میں کم وقت صرف ہوگا۔

ثالثاً: سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ یہاں حکم فقہی بیان کر رہے ہیں اور فقہاء حکم دیکھتے ہیں۔ مد متصل اور مد لازم کلمی مثقل دونوں حکم میں یکساں ہیں کہ دونوں کا ترک حرام اور دونوں کی ادائے گی لازم و واجب۔ حکم کی اسی یکسانیت کی بنیاد پر اسے مد متصل کے زمرے میں داخل فرما دیا۔

حاصل یہ ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اس عبارت میں آیت کریمہ مدھآمتٰن کو اصطلاح فن تجوید والے مد متصل کی مثال کے طور پر ہرگز ہرگز پیش نہیں فرمایا اور نہ یہاں اس اصطلاح کے بیان کرنے کا موقع و محل تھا بلکہ یہاں تو دونوں آیتوں میں موجود حروف کی کمی اور زیادتی اور قلت و کثرت کا موازنہ و تجزیہ مقصود تھا۔

امام اہل سنت جیسے امام علم و فن سے کیا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ فن تجوید و قرأت کے ایک ایسے مسئلہ اور ایک ایسی اصطلاح سے ناواقف تھے کہ جسے مدارس اسلامیہ کے مبتدی طلبہ تک ذہن نشیں رکھتے ہیں نیز فن تجوید کا ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ مد متصل کسے کہتے ہیں اور مد لازم کلمی مثقل کسے۔ نیز مد متصل کی مثالیں کون کون ہیں؟ اور مد لازم کلمی مثقل کی مثالیں کون سی ہیں؟

عدل اجتماعی کا تصور تعلیمات نبوی کی روشنی میں

دوسری و آخری قسط

از:- مولانا محمد برھان الحق جلالی (جہلم، پاکستان) فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

اسلام ہمیں کسی کے ساتھ امتیازی سلوک کی اجازت نہیں دیتا چاہے ظالم ہو۔ چاہے کتنا طاقتور ہو۔ چاہے وہ حکمراں ہی کیوں نہ ہو۔ سب اسلام کی نظر میں برابر ہیں۔ وراثت کا مسئلہ ہو یا جائیداد کا الغرض کوئی بھی مسئلہ ہو کسی بھی قسم کا ہو انصاف کرنا چاہیئے۔

طبرانی حضرت امام باھلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تم مجھے پانچ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

1:۔ وراثت کی تقسیم میں ناانصافی نہ کرو۔

2:۔ لوگوں کو اپنی طرف سے انصاف دو۔

3:۔ دشمن کے مقابلے میں بزدلی نہ دکھاؤ۔

4:۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرو۔

5:۔ ظالم اور مظلوم کے درمیان عدل کرو۔

(خدام الدین لاہور 14 جنوری 1977ء ص 19)

محسن کائنات ﷺ اور عدل وانصاف: حضور نبی کریم ﷺ کے عدل وانصاف، امانت و پاکبازی، اور سچائی کا یہ حال تھا کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ امانت دار، سب سے بڑھ کر عادل اور سب سے بڑھ کر پاکباز اور راست گو تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ایک کا پورا پورا حق دلایا۔ اعلان نبوت سے قبل ہی آپ عادل امین اور صادق مشہور تھے۔

(مترجم شفا شریف جلد اول ص 124 مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدل ونصاف پر پورا اعتماد تھا چنانچہ مشرکین مکہ اپنے پے چیدہ جھگڑوں کا فیصلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی کرواتے۔

حلف الفضول:- حلف الفضول ایک مہذبانہ وشریفانہ معاہدہ تھا جو کمزور افراد اور اپنے حقوق کے دفاع کے لئے تھا۔ یہ معاہدہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوششوں کے نتیجہ میں ہوا۔ یہ معاہدہ جنگ فجار سے واپسی پر ہوا۔ شرکائے معاہدہ نے اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہوئے عہد کیا کہ ''جب تک دریا میں صفوف کے بھگونے کی شان باقی ہے ہم مظلوم کا ساتھ دیں گے تا آنکہ اس کا حق ادا کردیا جائے''

(سیارہ ڈائجسٹ عکس سیرت نمبر اپریل ص 47، تاریخ اسلام ص 13 سٹنڈرڈ بک ھاؤس لاہور، السھیلی الروض الانف جلد 1، سیرۃ ابن ہشام ج ا ص 78، 79۔ مجلّہ عثمانیہ جلد 11 ص 19 شمارہ 1، 2۔ طبقات ابن سعد جلد 183 ص ۳۸۹، تاریخ الجاھلیہ ڈاکٹر عمر فروخ ص 132 دار العلم بیروت، رسول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی ڈاکٹر حمید اللہ ص 57 ۱۹۷۸ء دار الاشاعت کراچی، مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص 46، 47۔ ضیاء النبی ج 2 ص 120 تا 123 ضیاء القرآن)

حجر اسود کی تنصیب:- خانہ کعبہ کی تعمیر نو کا تنازعہ بڑا تاریخی

ہے۔ حجر اسود کے نصب کرنے میں قبائل مکہ میں جھگڑا کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ انہوں نے تلواریں سونت لیں بالآخر معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسئلہ کو بڑی خوش اسلوبی سے حل فرمادیا اور جھگڑا ختم ہو گیا۔

(ضیاء النبی جلد دوم ص 152، سیارہ ڈائجسٹ انبیائے کرام نمبر ص 409، تاریخ اسلام ص 14 سٹینڈرڈ بک ھاؤس لاہور، مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص 52، 53 جامعہ اثریہ جہلم، مترجم سیرت ابن ہشام جلد ایک، طبقات ابن سعد جلد ایک ص 206 نفیس اکیڈمی، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلیمان ندوی ص 22، تاریخ طبری۔ محمد جریر طبری ج 2 ص 41، رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلیمان منصور پوری ص 37 دارالاشاعت کراچی، تاریخ ابن خلدون اردو ج اص 36، شرح المواہب اللدنیہ ج اص 203 تا 202، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد 1 ص 210، سیرۃ النبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد ایک 1 ص 201، آفاقی تہذیب وتمدن ص 106، مترجم شفا شریف جلد اول ص 125 مکتبہ اعلیٰ حضرت،)

بنو مخزوم کی عورت کی چوری: ایک مرتبہ بنو مخزوم کے ایک معزز گھرانے کی ایک فاطمہ نامی عورت نے چوری کی۔ مقدمہ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لایا گیا قریش اپنی عزت کے پیش نظر چاہتے تھے کہ اس کو سزا نہ ملے مختلف اصحاب اور پھر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سفارش کروائی گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ "بنی اسرائیل اس وجہ سے ہی تباہ ہوئے کہ وہ بااثر آدمیوں کے معاملے میں نرمی برتتے اور غرباء کے معاملے میں سختی کر کے انہیں سزا دیتے پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا" چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

(سیرت مجمع کمالات ص ۹۷۲ پروفیسر عبد الجبار شیخ ادارہ تعلیمات سیرت سیالکوٹ ۵۹۹۱، مدارج النبوت حصہ اول ص ۸۰۱، شفا شریف ص ۳۰۱، شمائل ترمذی ص ۱۲، بخاری شریف کتاب الحدود باب کراھیۃ الشفاۃ، مظاہر حق نواب محمد قطب دین جلد سوم ص ۰۳۶، بخاری شریف کتاب الحدود باب اقامۃ الحدود علی الشریف والوضیع، صحیح مسلم کتاب الحدود باب قطع السارق الشریف رقم ۰۱۴۴، رحمۃ اللعالمین ج ا ص ۵۸، ترمذی کتاب الحدود ج ۴ ص ۳۸، اخلاق محسنیٰ طبع مرزا ابراہیم شیرازی)

عدل کریں: ایک دفعہ ایک بدو نے کہا کہ آپ عدل نہیں کر رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "میں عدل نہیں کروں گا تو کون کریگا؟"

(معارج النبوت ص ۲۶۷، شفا شریف ص ۱۱۳، رحمۃ اللعالمین حصہ اول ص ۰۶۲، شرقاوی فتح المبدی مصطفیٰ البابی حلبی جلد ۲ ص ۰۴۳ ۱۳۳۱ھ مصر، صحیح بخاری کتاب فرض الخمس باب ومن الدلیل علی ان الخمس رقم الحدیث ۸۳۱۳، مدارج النبوت حصہ اول ص ۸۰۱، شفا شریف ۳۰۱، شمائل ترمذی ص ۱۲)

بدلہ لے لو: ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ہاتھ میں پتلی سی چھڑی تھی آپ علیہ الصلوہ والسلام نے ایک شخص کو ہٹایا اتفاق سے لکڑی کا سرا اس کے منہ پر (ایک روایت میں پیٹ) پر جالگا اور خراش آ گئی اسی وقت فرمایا کہ بدلہ لے لو اس نے عرض کی کہ حضور میں نے آپ کو معاف کیا۔ (معارج النبوت ص۲۶۷، شفا شریف ص۱۱۳، رحمۃ اللعالمین حصہ اول ص۲۶۰)

خطبہ حجۃُ الوداع:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں عدل، امن وسلامتی حریت فکروعمل، آزادی عقیدہ، محبت ورواداری اور عورتوں کے حقوق کے تحفظ کا اعلان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح فرمایا کہ فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔

(اسلام کا سنہری دور ص۹۲، تاریخ اسلام ص۶۸ سٹنڈرڈ بک ھاؤس لاہور فتح الباری ابن حجر عسقلانی ص۱۱۰۲، سیرت النبی شبلی نعمانی مکتبہ مدینہ ۲۳۹، مرقاۃ المفاتیح ملا علی قاری مکتبہ امدادیہ ۳۸۴۱، الطبعۃ الخیریہ مصر، خطبہ حجۃ الوداع ڈاکٹر نثار احمد ص۲۳۲ بیب الحکمت لاہور ۲۰۰۸ء، ابن کثیر، کنز العمال ۹۵۱/ ۵-۶۶۱ دائرہ معارف اسلامیہ حیدرآباد دکن ۱۵۹۱ء، السیرۃ النبویہ ابن ہشام دارالاحیاء بیروت ۱۹۹۵ء جلد ۴ ص ۹۵۲ تا ۲۶۰، بخاری شریف کتاب الحدود ص۶۸۲/ ۸، مسند احمد ج۶ ص۵۷۰ رقم الحدیث ۸۷۹۲۲ دارالاحیاء بیروت، سیارہ ڈائجسٹ انبیائے کرام نمبر ص۴۴۴، سیرت ابن ہشام جلد دوم ص۲۷)

ظلمتیں کافور ہو جائیں فضائے دہر سے
اس طرح پھیلے رخ شاہ ہدیٰ کی روشنی
اسوہ خیر البشر کے نور سے ہو مستنیر
دہر میں چمکے اسی اک نقش پا کی روشنی

ایچ جی ویلز اپنی تالیف ''World The Of History Concisc'' میں آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے عدل کے حوالے سے خراج تحسین پیش کرتا ہے کہ

''انسانی آزادی، بھائی چارے اور مساوات (برابری) کے وعظ تو دنیا میں پہلے بھی بہت کہے گئے ہیں چنانچہ {مسیح ناصری لے} یہاں بھی وہ بکثرت موجود ہیں لیکن اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے کہ ان اصولوں پر بالفصل ایک معاشرہ تاریخ انسانی میں پہلی بار قائم کیا محمد نے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

(اسلام میں عدل اجتماعی کی اہمیت ص۴۱)

المختصر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی عدل پر مبنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدل وانصاف کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔

اسلامی نظام عدل اور برٹش نظام عدل میں فرق:

یہاں پر ضروری ہے کہ ہم اسلامی نظام عدل اور برٹش رائج الوقت رومن نظام عدل کا موازنہ کریں۔ رائج الوقت رومن اور برٹش نظام عدل کا کوئی بھی نکتہ اسلامی نظام عدل کے خدوخال سے نہیں ملتا اور دونوں نظاموں میں اتنی وہمی مماثلت بھی نہیں جتنی کہ ڈارون کی فریب خوردہ نگاہ کو بندر اور انسان میں نظر آتی ہے بہرحال ہم یہاں پر

صرف چند نکات پر فرق جانچتے ہیں۔

۱:۔اسلام میں اقتدار اعلیٰ خاص اللہ کے لئے ہے جبکہ رومن نظام میں بادشاہ کے لئے ہے۔

۲:۔اسلامی نظام میں جزا وسزا اللہ کا حق ہے قاضی اللہ کا نائب ہے جبکہ رومن نظام میں جج بادشاہ کا نمائندہ ہے۔

۳:۔اسلامی نظام عدل میں جج کے لئے اسلام اور ایمان کی شرط ہے جبکہ رومن نظام میں کافر بھی جج بن سکتا ہے۔

۴:۔اسلامی نظام عدل میں احکام شریعت کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرنے والا قاضی نہیں ہوسکتا جبکہ رومن نظام میں یہ رکاوٹ نہیں۔

۵:۔اسلامی نظام عدل میں لالچ اور دباؤ میں دی جانے والی شہادت نا قابل قبول ہے جبکہ رومن نظام عدل میں اجرت اور دھمکی کی گواہی پر بھی فیصلے ہوتے ہیں۔

۶:۔اسلامی نظام میں عدل اللہ کا حکم ہے اس لئے قاضی ان قوانین شریعت کے مطابق کاروائی کرے گا جو اللہ کی وحی پر مبنی ہیں جبکہ رومن نظام عدل میں جج ان قوانین عدلیہ کا پابند ہے جو انسانی فکر پر مبنی ہیں۔

۷:۔اسلامی نظام عدل میں فیصلے کی بنیاد مقرر کردہ نصاب شہادت کے مطابق ان عادل گواہوں کی گواہی پر ہے جو مسلمان ہوں جس معاملے میں شہادت دے رہے ہوں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خائن اور خائنہ اور کسی دشمن کی گواہی کو رد فرمایا ہے جبکہ رومن نظام میں فیصلہ گواہوں کے بیان پر ہے۔

صرف دو قتل:اسلامی نظام عدل کا ہی نتیجہ تھا کہ گجرات کے بادشاہ احمد شاہ کے دور میں صرف دو قتل ہوئے۔

(برصغیر پاک و ہند میں اسلامی نظام عدل عبدالحفیظ ص ۱۷۰ مطبوعہ اسلام آباد)

عدل کے فوائد وثمرات:عدل و انصاف کے بے شمار فوائد و ثمرات ہیں چیدہ چیدہ درج ذیل ہیں۔

استحکام معاشرہ:عدل وانصاف سے معاشرہ کو استحکام حاصل ہوتا ہے حقدار کو اس کا حق مل جاتا ہے۔

معاشرتی مساوات:اسلام کی نظر میں مال و دولت رنگ و نسل ملت و مذہب اور عقیدہ کی بنیاد پر کسی کو ترجیح نہیں دی جاتی تمام کو ایک نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

دنیا کی کامیابی:عدل وانصاف اختیار کرنے سے افراط وتفریط سے انسان بچ جاتا ہے یہ نا قابل تردید حقیقت ہے کہ اعتدال کی راہ ہی زندگی میں کامیابی کی ضامن ہے۔

اجر آخرت:عدل وانصاف ایک عظیم اخلاقی فریضہ ہے اسے اللہ کے یہاں خاص مقام حاصل ہے قرآن میں جگہ جگہ جہاد کی فضیلت بیان ہوئی ہے اس لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عادل بادشاہ کو قیامت کے روز سایہ خدا میں رہنے کی بشارت سنائی ہے جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا۔

حقوق کی حفاظت:عدل سے کمزور طبقوں کے حقوق کا تحفظ ہو جاتا ہے۔

المختصر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اسلام نے عدل و انصاف کا معیار بلند رکھا ہے۔

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

دنیا کی محبت اور فکرِ آخرت

از افادات: حضرت مولانا پیر محمد رضا ثاقب مصطفائی نقشبندی (بانی ادارۃ المصطفیٰ انٹرنیشنل)

مرتب: وسیم احمد رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا کوئی ڈر نہیں ہے کہ میرے بعد تم شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے، بُت نہیں پوجو گے تم، شرک میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ بلکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میرے بعد تم دنیا دار ہو جاؤ گے۔ دنیا میٹھا خواب ہے اور اس دنیا کے اوپر ہم آئے ہیں چند دن کے لیے۔ لیکن لگتا ہے کہ یہاں سے ہم نے جانا ہی نہیں ہے۔ ع

سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

یہ ڈوبتا سورج ہمیں روز کوئی خبر دیتا ہے کہ جناب! تم بھی ڈوبنے والے ہو۔ یہ سڑکوں کے کناروں پہ بھی قبرستان دکھائی دیتے ہیں اور آبادیوں کے اندر بھی، یہ ہمیں بتاتے ہیں کہ تم مٹی کا رزق بننے والے ہو۔ یہ بڑھاپا، یہ ڈھلتی جوانی؛ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جناب عزرائیل سے وعدہ لیا تھا کہ میری روح قبض کرنے کے لیے اچانک نہیں آنا پہلے کوئی قاصد بھیج دینا تا کہ مَیں موت کی تیاری کر لوں۔ حضرت عزرائیل نے وعدہ کر لیا کہ مَیں آپ کو پہلے ضرور بتاؤں گا۔...... ایک عرصہ گزرا تو حضرت عزرائیل حاضرِ خدمت ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا کدھر آئے ہو؟ کہا قبض روح کے لیے آیا ہوں۔ کہا تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ اچانک نہیں آؤں گا پہلے کوئی قاصد بھیجوں گا۔ تم نے تو کوئی قاصد نہیں بھیجا۔ حضرت عزرائیل عرض گذار ہوئے حضور! آپ کے سامنے کتنے لوگوں کی موت واقع ہوئی، یہ میرا قاصد نہیں تھا اور کیا تھا؟

ابھی ہم آرہے تھے، تھوڑا سا لیٹ اس لیے ہوئے کہ راستے میں ٹرافک جام تھا۔ آگے کیا تھا کہ کسی گاڑی نے ٹکر ماری اور بیچ چوراہے میں لاش پڑی ہوئی تھی۔ وہ صبح تو ہنستا ہوا گھر سے آیا ہوگا، لیکن اب اس کے گھر میں اس کا جنازہ پہنچے گا...... مجھے اور آپ کو نہیں پتا کہ ہمارا اُٹھنے والا اگلا قدم کہاں ہے؟ اور جب ہمیں یہ نہیں پتا ہے......فرمایا گیا کہ زندگی اور موت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کہا فجر پڑھی ہے پتا نہیں ظہر پڑھیں گے یا نہیں۔ کہا میری صحبت میں بیٹھ کے اتنی لمبی امیدیں لگائے بیٹھے ہو! کہا ظہر پڑھی ہے جناب عصر پڑھیں گے یا نہیں ایک بولا کہ عصر پڑھی ہے پتا نہیں مغرب پڑھیں گے یا نہیں۔ ایک نے کہا کہ ایک رکعت پڑھی ہے پتا نہیں دوسری رکعت پڑھنا نصیب ہوگی یا نہیں۔ فرمایا یہ سب تمہاری باتیں ہیں۔ مَیں تو کہتا ہوں ایک طرف سلام پھیرا ہے پتا نہیں دوسری طرف سلام بھی پھیر سکیں گے یا نہیں۔ کیا موت اتنی قریب نہیں ہے؟ مَیں اور آپ اپنی آخرت کے لیے کیوں نہیں سوچتے؟ اپنی زندگی کو کیوں نہیں بدلتے؟

دنیا کے اوپر جتنے بھی لباس پہنے جاتے ہیں ان کو کئی کئی

جیبیں لگی ہوئی ہوتی ہیں ۔شلوار قمیص ہو یا پینٹ شرٹ ہو۔ کئی کئی جیبیں لگی ہوئی ہوتی ہیں۔صرف ایک لباس ہے جس پہ کوئی جیب نہیں ہے اور وہ کفن ہے۔ یہ بغیر جیب کے لباس اس لیے ہے کہ یہاں سے کچھ ساتھ لے کرنہیں جانا،صرف عمل ساتھ لے کر کے جانے ہیں۔لیکن حُبِ دنیا اس طرح رچ بس گئی ہے کہ سویرے سے لے کر شام تک بھاگم بھاگ اسی پہ لگی ہوئی ہے۔جس نے ڈھیروں اکٹھے کر لیے ہیں چین اسے بھی نہیں آرہا،قرار اسے بھی نہیں ملتا اور اگر کسی سے پوچھوں تو وہ کہتا ہے جی بس روٹی کے لیے لگے ہیں، پیٹ کے لیے دھندہ کر رہے ہیں۔...... پیٹ تو دو روٹیاں صبح مانگتا ہے،دو شام کو مانگتا ہے۔چلو دو دو پہر کو بھی دے دو اس کو۔یہ اتنا کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ یہ حب الدنیا و کراھیة الموت یہ دنیا کی محبت ہے اور حب الدنیا رأس کل خطیئة ہر گناہ کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔تھوڑا سا وقت ہے اس وقت کی حفاظت کیجیے اس کو یادِ الٰہی میں گزاریے۔آج موقع ہے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔کل یہ دروازہ بند ہو جائے گا اُس وقت کے پچھتاوے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔آج کا پچھتاوا کل کی بہتری کی ضمانت ہے۔

وقت پر کافی ہے اک قطرہ بھی آبِ خوش اندام کا
جل گیا جب کھیت برسا مینہ تو پھر کس کام کا

آج موقع ہے۔روز ایسے وقت نہیں آتے ہیں۔آج وقت ہے آج توبہ کا در کھلا ہے۔آنا تو ہے ہی اس کی چوکھٹ پہ۔پھر جو لوگ اُٹھا کے لے کے آئیں گے،اچھا نہیں ہے کہ خود ہی چل کے جائیں؟ پھر جو لوگ کندھوں پہ اٹھا کے لے کے جائیں گے،کل جو کفن میں منہ چھپا چھپا کے جاتے پھریں گے،اس کی رحمتیں آواز دیتی ہیں کھلے منہ آجا، میری رحمتیں تیرا استقبال کریں گی۔

مردِ مجاہد آگ کا دریا ہے جوش پر

نتیجۂ فکر: مولانا جمال انور رضوی،ارول جہان آباد، بہار

راہِ وفا میں جو کوئی جتنا ہے جوش پر
اس سے بھی زیادہ رحمت مولا ہے جوش پر
اسلام کے جیالو کب اؤگے ہوش میں
فولاد بن کے اٹھو تقاضا ہے جوش پر
تم اٹھ سکے نہ بابری مسجد کی آہ سے
اب تو فغانِ مسجد اقصیٰ ہے جوش پر
آتی ہے تب ہی نصرت غیبی بھی جھوم کر
جب دیکھتی ہے جذبۂ وفا ہے جوش پر
جبریل نے پُکارا فرشتوں میں الرحیل
دیکھا جو بدر میں کہ نہتا ہے جوش پر
ظلمِ زمانہ چاہ میں تیری جو سہ گیا
اس کی ہی چاہ میں یہ زمانہ ہے جوش پر
خیبر کی یہ صدا ہے نہ تم دَرد سے رکو
جس حال میں ہو آؤ! مسیحا ہے جوش پر
ناصح ذرا سنبھل کے!یہ ہے راہ عشق کی
دار ومدار ہوش کا رہتا ہے جوش پر
اے دوستو! یہ قبر مجاہد کی ہے صدا
کہنا نہ پھر کہ بس ترا خامہ ہے جوش پر
انورؔ اگر ہے پیاسا تو انور کا ہے قصور
مرد مجاہد آگ کا دریا ہے جوش پر

ملک، میڈیا اور حکومت کے رجحانات

مسئلہ طلاق کے تناظر میں

از:- مفتی محمد علی قاضی، مصباحی، جمالی، نوری، ایم اے

طلاق ثلٰثہ کے مسئلے کو لے کر پورے ملک میں سیاست ہوئی اور میڈیا کو روز کوئی نہ کوئی چٹخارے دار نیوز ملتی گئی۔ حکمراں جماعت نے برادران وطن کو اپنا ہمنوا بنایا تو حزب مخالف نے مسلمانان ہند کو خوش رکھنے کی پالیسی اپنائی اور الیکٹرانک میڈیا نے اس مسئلے کے حوالے سے مبالغہ آرائی اور دروغ گوئی کا سہارا لے کر خوب خوب نمک پاشی کی۔ گُل ملا کر اصول شریعت پر حملہ ہوا، مسلم مردوں کو ظالم ٹھہرا گیا اور مسلم عورتوں کی شبیہ بگاڑی گئی۔

حالات و میڈیا کے رجحانات: حالات، اخبار و ذرائع ابلاغ اور سیاست و حکومت کے رجحانات کچھ اس طرح بنے:

☆ مسلم پرسنل لاء جس کی آئین ہند میں گارنٹی دی گئی تھی، اس کا کوئی اصول اگر چہ قرآن ہی سے ماخوذ کیوں نہ ہو آئین ہند کے کسی بھی آرٹیکل سے ٹکرائے گا تو اُسے کالعدم اور منسوخ قرار دے دیا جائے گا۔

☆ قرآن ہی مصدر اسلام ہے حدیث وفقہ یا ائمہ اربعہ کی تعلیمات کا کوئی خاص مقام اعتبار نہیں ہے۔

☆ دین کے مسائل و معاملات میں رہنمائی و گائڈینس کے لیے ترقی پسند و ترقی پذیر، ماڈرن و روشن خیال اور صرف قرآن پر یقین رکھنے والے جدید محققین و ماہرین کافی ہیں۔ علمائے دین و مسائل شریعت تو فرسودہ خیالات اور عہد رفتہ کے افکار و نظریات کے حامل ہیں۔ اس لیے اسلامی فقہ کے قوانین آج کے دور کے لیے ازکار رفتہ ہو چکے ہیں

☆ طلاق ثلٰثہ قرآن کی تعلیم نہیں ہے بلکہ یہ بعد کے دور کا اضافہ ہے، ایجاد بندہ ہے، ایک بدعت ہے اور عہد ماضی کی فرسودہ اور گئی گزری باتیں ہیں۔ بالفاظ دیگر مولویوں کی فکری اپج ہے۔

☆ طلاق کی ہر صورت یعنی احسن ہو کہ حسن یا کہ بدعی سب بری ہیں اور قابل نسخ ہیں۔

☆ مسلم عورتوں کو شرعی پابندیوں سے آزاد کراؤ۔ انہیں طلاق، حجاب، درگاہ و مساجد میں داخلے پر پابندی سے چھٹکارا دلاؤ اور محرم کے بغیر انہیں سفرِ حج کی چھوٹ دے دو تا کہ وہ احکامات شریعت کے شکنجوں سے نکل جائیں اور وہ اپنی مرضی کی رانی اور اپنی خواہش کی شہزادی بن جائیں۔

☆ ایک ملک اور ایک قانون کا فارمولہ لاگو کرو اور مسلم پرسنل لا کو کلی طور پر غائب کر دو۔

مذکورہ بالا یہ تمام وہ آوازیں اور تجویزات ہیں کہ جو آج مسلم مخالف افکار و نظریات رکھنے والے ان لوگوں کی طرف سے بلند اور پیش کی جا رہی ہیں کہ جنہیں مسلمانوں اور مسلم عورتوں سے ہمدردی تو دور کی بات یہ تو ہمہ وقت مسلمانوں کے وجود تک کو ختم کرنے کی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے خون کے

پیاسے اور مسلمانون کی عزت وآبرو اور مال و دولت کے لٹیرے ہیں ایسے ہی لوگوں کا آج ہندوستانی میڈیا کھلے عام نہ صرف یہ کہ ساتھ دے رہا ہے بلکہ ان کو خوب سے خوب تر طاقت وقوت سے بھی نوازرہا ہے۔

لوک سبھا میں طلاق بل پاس: پارلیمنٹ کے ایوان زیریں یعنی لوک سبھا میں طلاق ثلٰثہ سے متعلق بل پاس ہوگیا ہے۔اس کی تفصیلات کو ہنوز منظر عام پر آنا باقی ہے۔تاہم قانون کے ماہرین اس بل کی خرابیوں پر بحث کررہے ہیں،جس کا خلاصہ یوں کیا جاسکتا ہے:

☆جب ملک کی نام نہاد عدالت عظمیٰ نے طلاق ثلٰثہ کو کالعدم قرار دے دیا ہے تو پھر شوہر کو کس جرم کی پاداش میں تین سال تک کی سزا سنائی جارہی ہے؟

☆عام طور پر طلاق کے واقعات بند کمرے میں یا پھر شوہر کے گھر والوں کی موجودگی میں رونما ہوتے ہیں۔ظاہر ہے کہ بیوی کے پاس عدالت میں طلاق کی شہادت وثبوت کے لیے گواہ کہاں سے آئیں گے اور کس طرح وہ اپنے مطلقہ ہونے کا ثبوت دے پائے گی؟

☆جب شوہر جیل میں ہوگا تو تین سال تک بیوی اور اس کے نابالغ بچوں اور بچیوں کی کفالت کیسے کر پائے گا؟ لہٰذا بیوی اور بچوں کی کفالت کی ذمہ داری اِس دوران کس پر عائد ہوگی؟

☆کیا شوہر جیل سے واپس لوٹنے کے بعد دوبارہ اپنی بیوی کے ساتھ کہ جس نے اُسے تین سال کی سزا دلائی ہے، پرسکون ومطمئن ازدواجی زندگی گزار پائے گا؟

☆اس بل کے تحت پاس ہونے والے قانون کا سہارا لے کر عورت جب چاہے اپنے شوہر کی خبر لے اور اگر شوہر نے کبھی اپنی بیوی کی بدکاری دیکھ بھی لی یا اُسے کسی کی بانہوں میں عیش کرتے ہوئے بھی پایا تب بھی اُسے ایسی بدکارہ کے خلاف ایکشن لینے یا اس کے خلاف تادیبی کاروائی کرنے کی قطعاً جرأت نہ ہوگی؟

ان حالات کے لیے ہم بھی ذمہ دار: بل پاس کرنے کی وجہ جو بھی ہو مگر کچھ حد تک ہم بھی اس کے ذمہ دار ہیں۔مسلسل ایک سال سے پورے ملک میں حکمران جماعت ،حزب مخالف ،میڈیا ، ماہرین قانون اور خواتین ہند کی مختلف سیاسی وفلاحی تنظیمیں المختصر سب بول رہے ہیں اور سب اپنے اپنے افکار وخیالات کا برملا اظہار کررہے ہیں ۔مسلم علمائے دین کی طلاق کے حوالے سے کتب کا حوالہ بھی دیا جارہا ہے۔مگر اس شرعی وقانونی بحث اور کورٹ میں ہماری جانب سے وکلا کی جرح کے دوران کہیں نہ کہیں ہم سے چوک ہوتی نظر آتی ہے۔غور کیجئے!

☆مختلف مسالک کے علماؤں کی تحریروں کا جج صاحبان نے خوب اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہے۔طلاق ثلٰثہ کے غلط استعمال پر ان کے تادیبی تبصروں کو حوالہ بنا کر طلاق ثلٰثہ کو کورٹ نے بدعت قرار دے کر یہ ریمارک لگایا ہے کہ یہ قرآن سے ثابت نہیں ہے۔نیز جب طلاق ثلٰثہ شریعت اور علمائے شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ عمل قرار پایا تو جج صاحبان نے اِس عمل ثلٰثہ کو کریمنل قرار دے کر تین سال کی سزا مقرر کردی گویا تین طلاق تین سال کی سزا کے برابر ٹھہری۔

☆مسلم علما ودانشور حضرات نے طلاق کے مسئلے کو سمجھانے کے لیے کورٹ میں کورٹ کی زبان بولنے کے بجائے شریعت کی خالص اصطلاحی وٹیکنیکل زبان ومحاورات کا استعمال کیا ہے۔مثلاً طلاق ثلٰثہ مکروہ تحریمی اور گناہ ہے بتایا۔یہ بات اِن کی نظروں سے اوجھل ہوگئی کہ شریعت کے احکامات تو صرف مسلمانوں کے لیے ایمان وعقیدہ

اور عمل کی باتیں ہیں اس کے برعکس ملک کے کورٹ تو سب کے لیے ہیں اس لیے وہ ہر مسئلے کو کورٹ کچہری کی زبان اور کورٹ کے لب ولہجے ہی میں سمجھ کر فیصلہ کرتے ہیں ۔لہٰذا چاہیے تو یہ تھا کہ مسلم علما ودانشور کورٹ کے سامنے پہلے قانون طلاق کو سمجھاتے کہ طلاق کا قانون عین رحمت ہے اور فطری تقاضوں کے مطابق ہے حاشا وکلّا ہر گز زحمت نہیں ہے، چاہے طلاق کی کوئی بھی قسم کیوں نہ ہو۔ البتہ طلاق کا غلط استعمال بے شک خلاف فطرت ،خلاف اخلاق اور خلافِ قانون ہے۔اسی طرح طلاق ثلٰثہ کے حوالے سے بھی یہ خوب خوب واضح کر دیتے کہ وہ شریعت کے مامورات میں سے نہیں ہے کہ اس پر عمل کر کے شوہر اللہ کے نزدیک ثواب پائے گا بلکہ وہ ایک ناگہانی ضرورت ہے اور ایمر جنسی ڈور ہے کہ جس کے ذریعہ متحارب زوجین کو مزید ہلاکت و بربادی کی قید سے آزاد کیا جا سکے۔جس میں نہ بیوی کو نقصان پہنچانا مقصود ہوتا ہے اور نہ ہی شوہر کے ساتھ جانبداری اور اس کی حوصلہ افزائی کرنا مطمح نظر ہوتا ہے۔کورٹ کی کاروائیوں میں ہماری چوک سے متعلق یہ تبصرہ بھی پڑھ لیں۔

''روز نامہ سالار مورخہ ۶ جنوری ۲۰۱۸ میں ڈاکٹر مظفر حسین غزالی کا ایک مضمون تین طلاق کے خلاف قانون سازی کی کوشش فی الحال ناکام، چھپا ہے جس میں ڈاکٹر غزالی نے لکھا ہے: اس صورتحال کے لیے مسلمانوں کا ایک طبقہ مسلم پرسنل لا بورڈ کو ذمہ دار مانتا ہے اس کا کہنا ہے کہ اگر عورتوں کے حقوق کو لے کر بورڈ نے سنجیدگی دکھائی ہوتی تو یہ نوبت ہی نہیں آتی۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد بورڈ کو مہم چلا کر تین طلاق کی مخالفت کرنی چاہیے تھی نہ کہ یہ کہنا چاہئے تھا کہ کورٹ اس معاملے میں دخل نہیں دے سکتا۔ پارلیمنٹ قانون بنا سکتی ہے۔کئی لوگوں کو بورڈ میں سیاسی حضرات کی شمولیت سے بھی کسی ان ہونی کا امکان تھا۔حکومت کی نیت کیا ہے؟ حکومت کی نیت یہ ہے کہ قانون اتنا سخت کر دو کہ آئندہ دنوں میں تین طلاق تو دور کی بات رہی خالص شرعی ضرورت پیش آنے پر بھی کوئی ایک طلاق بولنے کی بھی جرأت نہ کرے۔بعدہ رفتہ رفتہ حلالہ اور تعدد ازدواج پر خود بخود پابندی لگ جائے گی۔اس طرح دستور ہند کو سامنے رکھ کر کامن سول کوڈ کی راہ کو مکمل ہموار وکشادہ کر دیا جائے اور نتیجتاً مسلم پرسنل لا ختم اور یکساں شہری قانون نافذ ہو جائے۔''

عام مسلمان بھی قصور وار ہیں: مگر ان کربناک حالات اور غیر یقینی صورتحال کے ہم بھی قصوروار ہیں۔غور کیجئے!

☆ تین طلاق کے واقعات کی شرح فی صد جو بھی ہو اور دیگر اقوام ہند کے مقابل اِن کے اعداد وشمار کم ہی سہی مگر کلی طور پر انکار بھی تو نہیں کیا جا سکتا کہ مسلم معاشرہ اس مصیبت سے مکمل اور سو فی صد پاک ہے۔

☆ عرب ملکوں میں نوکری اور ملازمت کرنے والوں میں اکثریت ان لوگوں کی ہے کہ جن پر گلف کرنسی کا خمار ضرورت سے زیادہ چڑھا رہتا ہے ۔اور ایسوں کے والدین بھی بیٹوں کی کمائی پر ناز ونخرے کرتے دکھائی دیتے رہتے ہیں ۔ذرا ذرا سی بات پر ایس ایم ایس، وہاٹس ایپ اور دیگر برقی ذرائع کا استعمال کر کے بیوی کے ساتھ ناروا سلوک کرنا اور طلاق دینا بھی نوجوانوں نے معمول بنالیا ہے۔کیا اِس سے عورت کا وقار مجروح نہیں ہوتا؟ کیا اِس سے ازدواجی حیات کا تقدس پامال نہیں ہوتا؟

☆ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب صلح ومصالحت کی راہ مشکل ہو جاتی ہے تو

کورٹ کچہری کی راہ آسان معلوم ہوتی ہے اور بالآخر فریقین وزوجین دائمی تنازعات ومشکلات کے گھیرے میں آجاتے ہیں پھر انتقامی جذبات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ظاہر ہے کہ جگ ہنسائی اور ملت کی رسوائی کے سوااور کیا ہاتھ آئے گا؟

ہمیں کیا کرنا چاہئیے؟

☆ ہمارا خیال ہے کہ علمائے شریعت اور ماہرین قانون وکلاء کا ایک پینل ہر شہر میں تشکیل دیا جائے تا کہ طلاق،خلع ،طلاق ثلٰثہ ،وراثت، تقسیم جائداد،مساجد وقبرستان اوروقفی آراضی مثلاً مکان وغیرہ سے متعلق تنازعات نیز فرقہ وارانہ فسادات کے موقعے پر مسلمانوں کو درپیش مشکلات کے حل کے لیے یہ پینل مستقلاً کام کرے۔

☆ مسلم سماج اور مسلم گلی محلوں میں طلاق کی جانکاری دینے کے لیے علمائے کرام وقتاًفوقتاً اجلاس ومذاکرے منعقد کریں اور سماج کے بااثر بارسوخ لوگ اس مہم میں مالی تعاون پیش کریں اور خود عملاً پیش رفت کریں۔

☆ جس طرح ہر محلے اور مسجد میں نکاح کا دفتر موجود ہوتا ہے اسی طرح دفتر طلاق بھی مہیا کیا جائے تا کہ اگر زوجین میں ان بن ہوتی ہے تو بات بنانے کے لیے حتی الوسع کام کیا جائے اور کامیابی نہ ملنے کی صورت میں مذکورہ بالا علما و وکلا کا پینل اس طرح کے متنازع فیہ مسائل کو حل کرے اور امت کو کورٹ کچہری سے بچائے۔

☆ وقت پڑنے پر یہ پینل برادران وطن اور میڈیا کے سامنے سلجھے ہوئے اسلوب کو اپناتے ہوئے قانونی لب ولہجے میں مسائل واحکاماتِ قرآن وسنت پیش کرے۔

پڑھنے نعت رسول بیٹھے ہیں

از:-شہرت انصاری نوری،کھیروی،تکونیہ ضلع کھیری

اہل سنت کے پھول بیٹھے ہیں
عاشقان رسول بیٹھے ہیں

مصطفیٰ کو جو بھول بیٹھے ہیں
وہ صلیبوں پہ جھول بیٹھے ہیں

وہ جو غالب تھے سارے عالم پر
بن کے مٹی کی دھول بیٹھے ہیں

خشک دریا اُبالنے والے
اپنی عظمت کو بھول بیٹھے ہیں

گال پھولے ہیں بد عقیدوں کے
ہم نبی پر جو پھول بیٹھے ہیں

بات کرتے تھے جو اصولوں کی
آج خود بے اصول بیٹھے ہیں

باادب ہوکے بیٹھنا ہے ہمیں
کیونکہ آل رسول بیٹھے ہیں

بھیجتے جو نہیں دُرود اُن پر
اصل میں وہ فضول بیٹھے ہیں

ہم کو شہرت سے کیا غرض شہرؔت
پڑھنے نعت رسول بیٹھے ہیں

دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

بریلی شریف میں حضور صاحب سجادہ حضرت سبحانی میاں صاحب قبلہ مدظلہ کی اعلیٰ قیادت میں نکلنے والے جلوس محمدی کی روداد سناتی تحریر

از: مفتی محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت

چونکہ بریلی شریف ایک سچے عاشق رسول اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت کی پریم نگری اور رضا نگری کے نام سے پوری دنیا میں متعارف ہے۔یہی وجہ ہے کہ عید میلا دالنبی کے موقع پر یہاں عاشقان رسول اور عاشقان اعلیٰ حضرت کا جیسا عظیم الشان جلوس نکلتا ہے وہ یقیناً تاریخ میں اپنی ایک حیثیت رکھتا ہے۔امسال خفیہ اداروں سے برابر یہ خبریں موصول ہورہی تھیں کہ شر پسند عناصر اس جلوس محمدی کے موقع پر کچھ نہ کچھ فتنہ وفساد اور خلفشار ضرور برپا کریں گے کچھ لوگوں نے اپنی فکر کا اظہار کیا تو آپ نے درد بھرے لہجے میں فرمایا کہ ویسے تو حقیقی اعتبار سے ہم اپنی حفاظت کے سلسلہ میں صرف اور صرف اللہ رب العزت ،اس کے رسول مکرم اور بزرگان دین پر بھروسہ کرتے ہیں مگر ظاہری اسباب کی بنیاد پر میں ہر چند حفاظتی انتظامات کی کوشش کروں گا آپ نے ضلع انتظامیہ تک یہ خبر بھیجی کہ آپ نے جلوس محمدی میں شامل ہونے والے امن پسند شہریوں اور مسلمانوں کی حفاظت کا کیا انتظام کیا؟ جب تک آپ مجھے مکمل یقین دہانی نہیں کراتے اس وقت تک میں مطمئن نہیں ہوسکتا۔۱۲ر ربیع الاول شریف ۲ر دسمبر کو صبح صادق سے ہی ہر طرف چہل پہل نظر آرہی تھی ،ہر شہری نئے نئے اور اجلے اجلے لباسوں میں ملبوس سروں پر ٹوپیاں سجائے اپنے گھروں میں یاد مولیٰ کی دھومیں ڈال رہے تھے۔تقریباً ۸ر بجے حضور صاحب سجادہ کے کاشانے پر بھی جشن عید میلا دالنبی کی محفل منعقد ہوئی جس میں تمام اساتذۂ منظر اسلام اور طلبۂ منظر اسلام نے شرکت فرمائی۔تقریباً ڈیڑھ بجے حضرت احسن میاں صاحب اپنے رفقاء کے ہمراہ قلعہ پر پہنچ کر چھپن انجمنوں کے قافلے کو ہری جھنڈی دی علماء اورٹی۔ٹی۔ایس کے ممبران بھی ساتھ میں موجود تھا۔اس کے بعد تمام لوگ کلہاڑا پیر پر پہنچے جہاں شہر اور اطراف کی تقریباً ۲۰۰ر سے زائد انجمنیں جمع تھیں ۔ٹھیک ۴ر بجے حضور صاحب سجادہ نے جلوس پرچم دے کر جلوس محمدی کو درگاہ اعلیٰ حضرت کی طرف روانہ فرمایا اس موقع پر تمام اساتذۂ منظر اسلام کے ساتھ ٹی،ٹی،ایس اور رضا فورس کے افراد بھی موجود تھے۔یہ جلوس حضور صاحب سجادہ کی قیادت میں اپنے روایتی راستوں سے ہوتا، پیدائش مولیٰ کی دھومیں ڈالتا اور اسلامی شان وشوکت کا مظاہرہ کرتا تقریباً ۸ر بجے رات میں اس کا ابتدائی سرا درگاہ اعلیٰ حضرت پر پہونچا جبکہ اس کا آخری سرا تقریباً ۱۱ر بجے درگاہ شریف پر حاضر ہوا۔اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس جلوس کی طوالت کتنی تھی؟ مشاہدین کا کہنا ہے کہ ہر سال سے زائد امسال عاشقان اعلیٰ حضرت کی بھیڑ تھی۔راستے میں حضور صاحب سجادہ نے کئی جگہ رک کر کچھ انجمنوں کو کافی سرزنش کی کیوں کہ کچھ افراد جلوس میں غیر شرعی کام کر رہے تھے۔جیسے قوالی بجانا۔ڈی جے بجانا وغیرہ۔آپنے ان کو جلوس کی عظمت کے بارے میں بتایا اور فرمایا کہ اگر تم لوگ باز نہیں آئے تو آئندہ سال میں اس جلوس کی قیادت نہ کروں گا واضح رہے کہ یہ ڈی جے اور قوالی بجانے والے کچھ دوسری خانقاہوں سے وابستہ افراد تھے۔اللہ تعالیٰ بریلی شریف کے اس تاریخی جلوس اور اس تاریخی جلوس کے تاریخ ساز قائد کو نظر بد سے محفوظ فرمائے۔آمین

امام اعظم ابوحنیفہ اور فقہی بصیرت

از: مولانا محمد برھان الحق جلالی (جہلم)، پاکستان

نام:۔ نعمان بن ثابت، کنیت:۔ ابوحنیفہ، لقب:۔ امام اعظم

ولادت:۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت 80 ہجری کو کوفہ میں ہوئی۔

حضور ﷺ کی بشارت:۔ جس دور میں امام اعظم پروان چڑھے علم زیادہ تر موالی میں پایا جاتا تھا وہ نسبی فخر سے محروم تھے خدا نے انھیں علم کا فخر عطاء کیا تھا جو سب کے مقابلے میں زیادہ مقدس اور زیادہ پھیلنے پھولنے والا، زیادہ پائیدار، نام زندہ رکھنے والا تھا۔ رحمت عالم ﷺ کی یہ غیب کی خبر سچی ثابت ہوئی کہ اولاد فارس علم کی حامل ہوگی۔ امام بخاری ومسلم وشیرازی وطبرانی کے الفاظ یہ ہیں:

لوکا ن العلم معلقاعند الثریا تناولہ رجال من ابناء الفارس۔

اگر علم کہکشاں تک بھی پہنچ جائے تو اہل فارس کے کچھ لوگ اسے حاصل کر کے رہیں گے۔

تحصیل علم کی طرف توجہ اور تعلیم و تربیت:۔

امام اعظم کی آنکھ کھلی تو انہوں نے مذاہب وادیان کی دنیا دیکھی غور و فکر کرنے سے ان سب کی حقیقت آپ پر آشکارا ہوگئی آغاز شباب سے ہی آپ نے مناظرہ بازوں سے معرکہ آرائی شروع کر دی اور اپنی فطرت مستقیم کے حسب ہدایت اہل بدعت وضلالت کے مقابلے میں اتر آئے مگر اس کے باوجود آپ تجارتی مشاغل میں منہمک تھے اور علماء سے واجبی روابط رکھتے تھے اور بعض علماء نے آپ میں عقل و علم وذکاوت کے آثار دیکھے اور چاہا کہ یہ بہترین صلاحیتیں تجارت کی ہی نذر نہ ہو جائیں انہوں نے آپ کو نصیحت کی کہ بازاروں میں آمدورفت کے علاوہ علماء کی طرف عنان توجہ ہونی چاہیے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک بار شعبی کے ہاں سے گذرا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کا آنا جانا کہاں ہے؟ تو انہوں نے عرض کی میں بازار میں آتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میری مراد بازار نہیں بلکہ علماء کے ہاں آنے جانے سے ہے۔ میں نے کہا کہ میری آمدورفت علماء کے ہاں بہت کم ہے انہوں نے کہا کہ یہ غفلت نہ کیجیے۔ علم کا درس اور مطالعہ اور علماء کی صحبت آپ کیلئے بہت ضروری ہے کیونکہ میں آپ میں حرکت وبیداری کے آثار دیکھتا ہوں۔ میرے دل میں بات اتر گئی اور میں نے بازار کی آمدورفت چھوڑ کر علم حاصل کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالی نے ان کی بات سے مجھے فائدہ پہنچایا۔

علم وکلام جدل ومناظرہ میں کامل مہارت حاصل کرنے کے بعد علم فقہ آپ کی جولان گاہ اور فکر ونظر بنا۔ آپ کوفہ میں پروان چڑھے اور وہیں رہ کر زندگی کا بیشتر حصہ تعلیم وتعلم اور مناظرہ میں گزارا۔ کتب تواریخ میں آپ کے والد کے بارے میں کچھ اشارات ضرور ملتے ہیں کہ وہ متمول تاجر اور بہت اچھے مسلمان تھے۔ اکثر سیرت نگاروں نے کہا ہے کہ آپ کے دادا کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے ثابت کی اولاد کے لئے دعا کی۔ امام اعظم کی تربیت ایک خاص اسلامی گھرانے میں ہوئی۔

امام اعظم اور حماد بن سلیمان رضی اللہ عنہم:۔

آغاز فقہ اور حضرت حماد کے حلقہ تلمذ میں آنے کے وقت آپ کی عمر کا صحیح صحیح تعین تو مشکل ہے البتہ امام صاحب کے آغاز تعلیم و تدریس

سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ امام حماد کی زندگی کے آخری لمحے تک ان کے دامن سے وابستہ رہے۔

آپ کے اساتذہ:۔ امام ابوحفص کبریٰ نے آپ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار بتائی ہے اور دوسروں نے آپ کے اساتذہ کی تعداد صرف تابعین رضی اللہ عنہم میں چار ہزار بتائی ہے تو غیر تابعین کی تعداد کا کون خیال کرسکتا ہے؟

آپ کے مشہور اساتذہ:۔ حضرت امام حماد، امام زید ابن علی زین العابدین، حضرت امام جعفر صادق، حضرت عبداللہ ابن حسن بن حسن بن علی، امام شعبی، عکرمہ تلمیذ ابن عباس، نافع تلمیذ ابن عمر۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ملاقات:۔ امام اعظم نے پانچ یا آٹھ صحابہ کرام سے ملاقات کی جن میں چند کے نام یہ ہیں حضرت سیدنا انس بن مالک، حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی، حضرت سہل بن سعد، حضرت سیدنا ابو طفیل، حضرت عامر بن واصلہ رضی اللہ عنہم۔

حضرات محدثین کے نزدیک جو شخص صحابی سے ملاقات کرے اگر چہ ساتھ نہ رہے وہ تابعی کہلاتا ہے اور اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امام اعظم ان معززین تابعین میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری من تحتھا الانھار خلدین فیھا ابدا۔ اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

امام اعظم اور امام باقر کا مکالمہ:۔ محمد باقر بن زین العابدین زید ابن علی کے بھائی تھے امام باقر بہت بڑے عالم دین تھے امام ابوحنیفہ کی ان سے ملاقات اسوقت ہوئی جب ان کی فقہ ورائے کا نیا نیا چرچا ہوا تھا۔ ملاقات کا یہ واقعہ مدینہ طیبہ میں پیش آیا۔ امام باقر نے آپ سے مخاطب ہوکر فرمایا: آپ نے تو میرے نانا کے دین کو اور ان کی حدیث کو قیاس سے بدل دیا ہے۔ امام اعظم نے کہا معاذ اللہ! جناب باقر بولے: آپ نے ایسا ہی کیا ہے۔ امام اعظم بولے: آپ تشریف رکھئے تا کہ میں بھی مؤدب ہوکر بیٹھ جاؤں کیونکہ میری نظر میں آپ اسی طرح لائق احترام ہیں جیسے آپ کے نانا صحابہ کی نظر میں۔ جناب باقر تشریف فرما ہوئے۔ امام اعظم بھی زانوئے ادب تہہ کرکے آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ امام اعظم بولے: میں آپ سے تین باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں ان کا جواب مرحمت فرمائیں۔

سوال نمبر 1:۔ مرد کمزور ہوتا ہے یا عورت؟ امام باقر بولے عورت۔ پھر امام اعظم بولے وراثت میں عورت کو کتنا حصہ ملتا ہے آپ نے فرمایا مرد کو دو اور عورت کو ایک۔ امام اعظم بولے یہ آپ کے نانا کا فرمان ہے۔ اگر میں ان کے دین کو بدل دیتا تو قیاس کے مطابق مرد کو ایک حصہ دیتا اور عورت کو دو کیونکہ عورت کمزور ہوتی ہے۔

سوال نمبر 2:۔ فرمائیں نماز بہتر ہے یا کہ روزہ؟ امام باقر بولے نماز۔ امام اعظم بولے یہ آپ کے نانا کا فرمان ہے۔ اگر میں اس کو قیاس سے بدل دیتا تو تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ حیض سے پاک ہوکر روزہ کی بجائے وہ فوت شدہ نمازیں ادا کرے۔

سوال نمبر 3:۔ فرمائیں کہ پیشاب زیادہ نجس ہے یا کہ نطفہ؟ امام باقر بولے پیشاب۔ امام اعظم بولے اگر میں قیاس کو ترجیح دیتا تو فتویٰ دیتا کہ پیشاب سے غسل کرے اور نطفہ سے وضو۔ معاذ اللہ! بھلا میں یہ کام کیسے کرسکتا ہوں۔ جناب باقر اٹھے اور اٹھ کر بغل گیر ہو گئے۔ چہرہ کا بوسہ لیا اور آپ کی تکریم بجالائے۔

امام اعظم کے تدریس و افتاء کی ابتداء:۔ جب کوفہ کے رئیس العلماء اور آپ کے استاد گرامی حضرت حماد کا وصال

ہوگیا اور مسند تدریس خالی ہوگئی تو لوگوں کو ضرورت کا احساس ہوا کہ آپ کی جگہ کوئی رونق افروز ہوکر تشنگان علم کو سیراب کرے تو لوگوں نے پہلے حضرت حماد کے صاحبزادے کو بٹھایا لیکن آنے جانے والوں کو تشفی نہ ہوئی کیونکہ زیادہ تر ان کی توجہ فن نحو وعلم کلام پر مرکوز تھی پھر موسیٰ بن کثیر بیٹھے لیکن وہ بڑے بڑوں کو ملا کرتے تھے اس لئے لوگوں نے ان کو پسند نہ کیا۔ اس کے بعد باتفاق رائے امام اعظم منتخب ہوئے آپ نے بھی سب کی بات تسلیم کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ علم مرجائے۔ پھر تشنگان علم آپ کے پاس جوق در جوق حاضر ہونے لگے اور آپ کا وسیع ترین علم وحسن اخلاق اور تحمل دیکھ کر لوگوں نے اوروں کو چھوڑ دیا اور وہ سب انہی کے ہوگئے بقول یک درگیر محکم گیر پھر وہ ترقی کرتے کرتے علوم دینیہ کے ملازم ہوئے یہاں تک کہ آپ کا حلقہ درس تمام درس گاہوں سے وسیع ہوگیا۔ اور لوگوں کے قلوب آپ کی طرف مائل ہوگئے اور امراء آپ کی تعظیم وتکریم کرتے خلفاء ان کو یاد کرتے اس لئے کہ جو مسند تدریس امام حماد کی وفات کے بعد سونی ہوگئی تھی اس کو ہمارے امام اعظم نے زینت بخشی اور یہ ایک تاریخی مسلمہ حقیقت ہے کہ امام حماد کا انتقال ۱۲۵ھ میں ہوا اور آپ پورے اٹھارہ سال امام حماد کی صحبت میں رہے اس طرح کل تلمذ کی مدت اٹھارہ سال بنتی ہے امام حماد کی وفات کے بعد آپ چالیس سال کے تھے آغاز شاگردی میں ۲۲ رسال کے ہوں گے اور چالیس سال تک اخذ واستفادہ کا سلسلہ جاری رکھا اور اس کے بعد باستقلال مسند تدریس پر فائز ہوئے۔

بنائے مذہب حنفی:۔ تاریخ بغداد جلد نمبر ۱۳ ص ۳۶۸ میں امام صاحب سے منقول ہے کہ میں کتاب اللہ سے سند لیتا ہوں اور اگر اس میں کوئی مسئلہ نہ ملے تو حدیث رسول ﷺ سے اور اگر قرآن وسنت دونوں سے نہ ملے تو اقوال صحابہ سے اخذ کرتا ہوں۔ متعدد مقامات پر آپ کے اقوال اس سلسلہ میں مروی ہیں۔

مطالعہ کے بعد پتہ چلتا ہے کہ امام اعظم کی رائے میں فقہی مصادر سات ہیں کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اقوال صحابہ، اجماع امت، قیاس، استحسان، عرف۔

حضرت فضیل بن عیاض، ابن مبارک، مزنی اور ابن حزم نے کہا ہے کہ امام اعظم کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اقوال صحابہ اور اجماع امت سے مسئلہ اخذ کرتے اگر ان میں سے نہ ملے تو قیاس کرتے اور ان کے قیاس دقیق ہوا کرتے اور یہی وجہ ہے کہ امام مزنی کے بھانجے علامہ طحاوی مذہب شافعی چھوڑ کر حنفی ہوگئے۔

آئمہ کرام کے ارشادات:۔ علماء فرماتے ہیں کہ جو مسائل امام اعظم سے حل نہ ہوسکے قیامت تک مضطرب رہیں گے۔

امام ابو یوسف بعض مسائل میں پریشان ہوکر فرماتے جہاں ہمارے استاذ کا کوئی قول نہیں ہمارا ابھی یہی حال ہے۔

عن ابی یوسف انه کان یضطرب فی بعض المسائل وکان یقول فی کل مسئلة لیس لشیخنا فیها قول فحالنا هکذا۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ میزان الشریعة الکبریٰ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

سمعت علیا الخواص رضی الله عنه یقول مدارك الامام ابی حنیفة رضی الله عنه دقیقة لایکاد یطلع علیها الا اهل الکشف من کبار الاولیاء۔

میں نے اپنے سردار حضرت علی خواص کو فرماتے سنا کہ امام ابو حنیفہ کے مدارک باریک ہیں قریب ہے کہ ان پر مطلع نہ ہوں مگر اکابر اولیاء اہل مشاہدہ۔

استاذ المحدثین امام اعمش شاگرد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ امام اعظم سے فرماتے ہیں کہ اے گروہ فقہا! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ تم نے دونوں کنارے لیئے ہیں۔

امام سفیان ثوری کا ارشاد ہے کہ آپ پر وہ علم کھلتا ہے کہ جس سے ہم غافل ہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ تمام جہان میں کسی کی عقل ابوحنیفہ جیسی نہیں۔

امام عاصم بن عاصم نے کہا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کی عقل اگر تمام روئے زمین پر بسے نصف لوگوں کی عقل کے ساتھ تولی جائے تو امام اعظم ابوحنیفہ کی عقل غالب آجائے گی۔

امام بکر بن جبش فرماتے ہیں کہ اگر ان کی عقل کو تمام اہل زمانہ کی مجموعی عقلوں کے ساتھ وزن کیا جائے تو ایک ابوحنیفہ کی عقل ائمہ واکابرو مجتہدین ومحدثین وعارفین سب کی عقل پر غالب آجائیگی۔

خطیب نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ آپ نے ابوحنیفہ کو کیسا پایا؟ فرمایا کہ اگر اس ستون کو سونے کا کہتے تو اس کو اپنے دلائل سے سونے کا ثابت کردیتے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص چاہے کہ فقہ میں کمال حاصل کرے وہ ابوحنیفہ کا عیال بنے۔

امام اوزاعی نے ابن مبارک سے فرمایا امام صاحب کی کثرت علم اور کمال عقل پر غبطہ (رشک) کرتا ہوں۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ امام صاحب اہل ورع صاحب زہد وایثار ہیں ان کے رتبہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

مکی ابن ابرہیم کہتے ہیں کہ امام اعظم اعلم اہل زمانہ تھے۔ فقہا میں امام ابوحنیفہ چکی کے قطب کی مانند ہیں یا ان کی مثل اس نقادسی ہے جو سونے کو پرکھتا ہے۔

تحصیل حدیث:۔ حضرت امام اعظم نے زیادہ تر احادیث اجلہ تابعین سے لی ہیں ان تابعین سے احادیث لیں جو مدت تک صحابہ کی صحبت میں رہے اور جو تقویٰ وورع اور علم وفضل میں اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ کوفہ جو اس وقت مرکز حدیث تھا امام صاحب نے حدیث کی تحصیل کی ابتداء وہیں سے کی۔ کوفہ کا کوئی ایسا محدث نہ تھا کہ جس سے آپ نے حدیث کی تحصیل نہ کی ہو کوفہ کے ۷۷؍کے قریب محدثین سے احادیث اخذ کیں جن میں اکثر تابعی تھے اس کے علاوہ بصرہ کے تمام محدثین سے احادیث اخذ کیں یہ وہ شہر ہے کہ جس کو حضرت عمر فاروق نے بسایا تھا اور یہ شہر انس بن مالک کی وجہ سے مرکز حدیث بن گیا امام صاحب نے ان دونوں مراکز سے ہزاروں احادیث حاصل کیں۔

تصانیف امام اعظم:۔ فقہ الاکبر ،العالم والمتعلم، کتاب السیر، کتاب الاوسط،الفقہ الابسط، کتاب علیٰ رد القدریہ، رسالۃ الامام ابی عثمان الیتیمی فی الارجاء، کتاب الرائے، کتاب اختلاف صحابہ، کتاب الجامع وغیرھا۔

لباس:۔ آپ کے صاحبزادے حضرت حماد نے فرمایا آپ جامہ زیب تھے خوشبو بہت لگاتے تھے قبل اس کے کہ لوگ آپ کو دیکھیں آپ کو خوشبو کی وجہ سے پہچان لیتے تھے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ آپ اپنے جوتے کے تسمے کا بھی بہت خیال رکھا کرتے تھے کبھی بھی نہ دیکھا گیا کہ آپ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا ہو۔ آپ لمبی ٹوپی سیاہ رنگ کی پہنتے تھے آپ کی چادر اور پیرہن بیش قیمت ہوتے تھے آپ کا جبہ فنک سنجاب ثعلب تھا جس کو پہن کر آپ نماز پڑھتے تھے اور خط دار چادر تھی اور سات ٹوپیاں تھیں جن میں سے ایک سیاہ رنگ کی تھی۔

وفات امام اعظم:۔ بنی امیہ کے خاتمے کے بعد سفاح اور پھر منصور نے اپنی حکومت جمانے اور لوگوں کے دلوں میں اپنی ہیبت بٹھانے کیلئے وہ مظالم کیے جو تاریخ کے خونی اوراق میں سرفہرست ہیں اور جس میں امام اعظم کو بھی قید کیا گیا اور قید بھی آپ کی عظمت اور اثر کو کم نہ کرسکی بلکہ آپ کی عظمت اور بڑھ گئی اور لوگ جیل خانہ میں جاکر ان سے فیض حاصل کرتے۔ امام محمد آخری وقت تک آپ سے تعلیم حاصل کرتے رہے جب حضرت امام اعظم کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو خالق بے نیاز کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور سجدہ میں ہی آپ کی روح پرواز کرگئی۔

امام احمد رضاکے اسلاف کرام

از:-خطیب اعظم ماریشس حضرت مولانا الحاج محمد شمیم اشرف ازہری، سابق خطیب وامام جامع مسجد پورٹ لوئس، ماریشس

احب الصالحین ولست منهم
لعل الله یرزقنی صلاحا

ترجمہ: میں اگرچہ نیک وصالح بندوں میں سے نہیں ہوں مگر میں نیکوں سے محبت رکھتا ہوں اس امید پر کہ اللہ رب العزت اس محبت کی برکت سے مجھے بھی نیکوکاری اور صلاح وتقویٰ عطا فرمادے۔

امام احمد رضا امام عشق ومحبت، امام المصنفین ایک علمی، فکری اور عشق مصطفوی سے سرشار خاندان میں پیدا ہوئے جہاں کا پورا ماحول علمی و ادبی خصوصیات سے شرابور تھا۔سب سے زیادہ تصنیف وتالیف، افتاء وفتاویٰ اور تحریر وانشاء کا نورانی ماحول تھا۔آپ نے دینی، علمی اور قلمی میدان میں بے شمار تاریخ ساز کارنامے بخوبی انجام دیئے۔آپ کا خاندان جس عظمت وبزرگی کی چوٹی پر تھا اس کی مثال دور دور تک نظر نہیں آتی۔

آپ کے اسلاف کرام میں یوں تو سب آفتاب ومہتاب تھے،شاہی اعزازات سے بھی نوازے گئے تھے مگر ان خدمات و اعزازات نے اُن کو کبھی دین سے بیگانہ، غافل اور دور نہیں کیا۔شاہی وزارت کی مہر آپ کے اسلاف کے پاس تھی مگر وہ اسلاف ترک دنیا فرما کر اور تاج شاہی کو ٹھوکر مار کر عبادت و ریاضت اور دینی خدمات میں مصروف رہے۔ان حضرات کا شمار صاحب کرامات اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔آپ کے دادا اور والد کی زندگیاں دینی، علمی اور روحانی زندگیاں تھیں۔آیئے! آپ کے دادا حضرت مولانا علی رضا علیہ الرحمہ کا ایک ایسا واقعہ پڑھیئے اور مسرت وشادمانی میں جھومئے۔

آپ نے دیگر علمی کاموں کے ساتھ ساتھ ایک بے مثال کارنامہ انجام دیا۔برصغیر اور دنیا کے اُن خطوں کے لیے کہ جہاں کے لوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں وہاں کی مسجدوں میں جمعہ کے دن عربی زبان میں خطبہ پڑھنے میں آنے والی دشواریوں کو دور کرنے کے لیے آپ نے عربی زبان میں خطبات کا ایک بے مثال مجموعہ مرتب کیا جو دنیا کے ایسے بے شمار خطوں میں آج بھی بے انتہاء مقبول ہے۔بلکہ حد تو یہ ہے کہ جمعہ کے روز مسجدوں میں اس مجموعہ خطبات سے صرف اہل سنت و جماعت ہی استفادہ نہیں کرتے بلکہ وہابیہ و دیابنہ جو اہل سنت و جماعت کے سخت ترین مخالف ودشمن ہیں وہ بھی اپنی زیادہ تر مسجدوں میں اسی مجموعہ خطبات کو دیکھ کر خطبہ پڑھتے ہیں۔

امام اہل سنت کے دادا امام العلماء حضرت علامہ مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ نے اپنے اس بے مثال و باکمال مجموعہ خطبات کو اپنے ایک شاگرد رشید حضرت مولانا محمد حسن علمی بریلوی علیہ الرحمہ کے نام سے منسوب کیا مولانا علمی اپنے استاذ کا ذکر کچھ اس طرح فرماتے ہیں:

''عاصی محمد حسن علمی بریلوی کو امیدواری جناب باری عزاسمہ سے یہ ہے کہ اپنے فضل عمیم اور طفیل رسول کریم ملقب بہ''انك لعلیٰ خلق عظیم '' کہ ہم سب مومنین کو بعفو جرائم وعصیاں اور فیضان توفیق و احسان کے عزت بخشے اور ہمارے مرشد ومولیٰ، عالم علم ربانی، مقبول بارگاہِ سبحانی، مخزن اسرار معقول ومنقول، کاشف استار فروع واصول، مطلع العلوم، مجمع الفہوم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، منبع الاخلاق، منہل الاشفاق، مصدر احسان، مظہر امتنان مولانا ومخدومنا لوذئی زماں، مولوی رضا علی خاں کو بیچ دو جہاں کے رحمت خاصہ اپنی میں رکھ کر اقصیٰ مراتب قبولیت کو پہنچادے۔آمین یارب العالمین''۔

یہ پیاری پیاری تحریر جہاں ایک طرف شاگرد کے علم وفہم اور عقیدت واحترام کا پتہ دے رہی ہے تو دوسری طرف استاذ محترم کے اوصاف جلیلہ اور القاب صحیحہ کو بھی ظاہر کر رہی ہے۔ہر ہر وصف اور لقب میں روحانیت اور للّٰہیت کا رنگ نظر آتا ہے۔استاذ ہے کون؟ اعلیٰ حضرت کے دادا جان مفتی رضا علی خاں۔شاگرد ہے کون؟ مولانا محمد حسن

علمی ۔شاگرد رشید کی خلوص دل کی نکلی ہوئی تحریر سبحان الله بارك الله۔

''مجموعہ خطب علمی'' میں جمعہ وعیدین وغیرہ کے خطبے ہیں۔یہ خطبے ملک بھر بلکہ دنیا کے اکثر غیر عربی حصوں میں پڑھے جاتے ہیں۔ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا مگر ان خطبوں کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں آئی ۔اپنوں اور غیروں،سنیوں اور بدمذہبوں سب میں یکساں طور پر مقبول ومشہور ہیں۔استاذ گرامی کو شہرت وناموری سے نفرت تھی۔وہ تو اللہ ورسول کی خوشی چاہتے تھے اس لیے اپنی شاندار تصنیف اور اپنے بے مثال مجموعۂ خطب کو اپنے شاگرد مولانا محمد حسن علمی صاحب کے حوالے کر دیا۔انہیں کے نام سے منسوب کر دیا۔انہیں کے نام سے یہ مجموعہ مشہور ہوا۔اس مجموعہ میں عربی خطبے امام اہل سنت کے دادا جان حضرت مفتی رضا علی خاں علیہ الرحمہ کے ہیں اور اردو اشعار ان کے شاگرد رشید مولانا محمد حسن علمی صاحب کے ہیں۔تصنیف ہے استاذ کی اور شہرت ہو رہی ہے شاگرد کی۔یہ ہے خلوص اور یہ ہے ناموری سے نفرت۔وہ اللہ والے تھے۔اللہ کے لیے کرتے تھے۔ناموری کے لیے نہیں۔

الٰهی انت مقصودی —رضاك مطلوبی

(**ترجمہ**: اے اللہ! تو ہی میرا مقصود اور تیری رضا ہی مجھے مطلوب)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بے شمار تصنیفات میں ایک بے مثال مجموعۂ خطب بھی ہے جس کا نام ''الخطبات الرضویه'' ہے۔اس میں بھی اعلیٰ درجے کی عربی ہے جو قرآن وحدیث کی متبرک عربی کا فیضان ہے۔لله درك یا امام احمد رضا۔ دادا جان کی عربی بھی اعلیٰ اور پوتے کی بھی اعلیٰ۔روحانی اور ایمانی انداز والی عربی۔خطبات منبریہ،خطبات مسنونہ عربی میں ہی ہونا سنت متوارثہ ہے۔غیر عربی میں یہ خطبات ممنوع۔اس لیے ہر جمعہ اور عیدین میں منبر کے اوپر یہ خطبات عربی میں ہی پڑھے جاتے ہیں۔کسی دوسری زبان میں نہیں اور موقع کے لحاظ سے اُن خطبات سے پہلے امام وخطیب مقامی زبان میں تقریریں کرتے ہیں۔یا خطبات علمی سے اُردو اشعار پڑھے جاتے ہیں۔اپنے گاؤں کی مسجد میں بچپن سے ہی ہم یہی دیکھتے رہے اور اب تو ماشاءاللہ علمائے کرام نے تقریریں کرنا شروع کر دی ہیں اور خطبات مسنونہ منبر ہی پر پڑھے جاتے ہیں۔حضرت مفتی رضا علی خاں علیہ الرحمہ کی روحانیت کا یہ فیض ہے کہ اُن کے تصنیف کردہ عربی خطبات منبر پر اور ان کے شاگرد علمی صاحب کے اُردو اشعار منبر والے خطبے سے پہلے منبر سے ہٹ کر پڑھے جاتے ہیں۔امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے دادا کی ولادت، اختتام تعلیم اور وصال کی سن عربی اشعار میں اس طرح لکھتے ہیں۔

قلت فکیف نهتدی —قال اضائنا القمر (سال ولادت ۱۲۲۴ھ)

قلت ختام درسه —قال اخائر الدرر (سال اختتام تعلیم ۱۲۴۷ھ)

قلت فعام نقله —قال محجل اغرّ (سال وصال ۱۲۸۲ھ)

امام احمد رضا اپنے والد گرامی امام المتکلمین حضرت علامہ محمد نقی علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے تعلق سے لکھتے ہیں:''وہ جناب فضائل مآب ،تاج العلماء، رأس الفضلاء،حامی سنت،ماحی بدعت، بقية السلف، حجة الخلف فراست صادق کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا ۔موالات فقراء اور امر دینی میں عدم مبالات باغنیا، حکام سے عزلت ،رزق پر قناعت وغیر ذالک،فضائل جلیلہ وخصائص جمیلہ کا حال وہی جانتا ہے جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا ہے۔ع

۔ایں نہ بحر یست کہ در کوزۂ تحریر آید''

امام احمد رضا کے دادا جان اور والد محترم کی عظمتوں کا کیا کہنا؟ اسلاف کرام نے دادا جان کو امام العلماء اور والد محترم کو امام الاتقیاء،خاتم المحققین اور رئیس المتکلمین کے لقب سے ملقب فرمایا۔ذٰلك فضل الله يوتيه من يشآء۔

یہ ہے امام احمد رضا کا اعلیٰ خاندان اور یہ ہیں ان کے اعلیٰ نام اور اعلیٰ کام۔زمین کے اوپر اعلیٰ کام زمین کے نیچے آرام ہی آرام فائز المرام ماشاءاللہ تبارک اللہ۔ع

آفاق میں پھیلے گی کب تک مہک نہ تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

آئینۂ منظر اسلام

وہ منظر اسلام جسے سرکار اعلیٰ حضرت نے ایک آل رسول کی فرمائش پر ۱۳۲۲ / ۱۹۰۴ء میں شہرستانِ عشق ومحبت بریلی شریف کی سرزمین پر قائم فرمایا۔

وہ منظر اسلام جس کی بے مثال تعمیر وترقی اور عظمت و رفعت حضور حجۃ الاسلام کی ارفع و اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا ایک خوبصورت استعارہ ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے گلشن علم وحکمت کی لازوال تروتازگی وشادابی میں سرکار مفتی اعظم ہند کا علمی وروحانی تصرف ہمہ وقت کارفرما ہے۔

وہ منظر اسلام جس کی رعنائیاں اور تابانیاں سرکار مفسر اعظم ہند کے بے مثال ایثار وقربانی اور خلوص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

وہ منظر اسلام جس کی عالمی شہرت اور مرکزی حیثیت حضرت ریحان ملت کی قائدانہ صلاحیتوں کا ایک روشن ومنور نمونہ ہے۔

وہ منظر اسلام کہ شاہراہ ترقی پر جس کی تیزگامی میرے والد محترم حضور صاحب سجادہ کی پرعزم، مستحکم اور مخلصانہ قیادت ونظامت کی درخشاں ودیدہ زیب تصویر ہے۔

وہ منظر اسلام جو ماضی قریب کے اکثر اکابر اہل سنت کا قبلہ علوم وحکمت ہے۔

وہ منظر اسلام جس نے قوم وملت کو ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' اور '' تحریک تحفظ عظمت اولیا '' کے بے شمار جانباز سپاہی عطا فرمائے۔

وہ منظر اسلام جو دینی وعصری علوم وفنون کے ساتھ اسلامی افکار ونظریات کی ترسیل وتبلیغ، عقائد اہل سنت کی ترویج و اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے عروج وارتقا کے لئے شب وروز سرگرم عمل ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے فارغین کی ایک عظیم جماعت عالم سنیت کے خطہ خطہ میں مذہب ومسلک کی بے لوث خدمت کرنے میں مصروف کار ہے۔

وہ منظر اسلام جو اپنے تابناک ماضی کی ضیابار کرنوں کی روشنی میں اپنے روشن ومنور مستقبل کے خطوط متعین کرکے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ہاں! یہی منظر اسلام آج آپ کے جذبہ ایثار وتعاون کو آواز دے رہا ہے۔ آئیے! اور اس کے عروج وارتقا کے لئے دل کھول کر حصہ لیجئے تاکہ اعلیٰ حضرت کے اس عظیم ادارے کا یہ علمی وروحانی قافلہ یوں ہی اپنے سفر کی منزلیں طے کرتا رہے۔

فقیر قادری محمد احسن رضا

سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

United PRINTERS BAREILLY

Monthly "**Aala Hazrat**" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P/BR-175/2018-20
PUBLISHING DATE : 14th
POSTING DATE : 18th] EVRY ADVANCE MONTH
PAGES : 64 PAGE WITH COVER WEIGHT : 80 GRM

₹ 25/-

Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian)

March. 2018



دعوت خیر

طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام، منظر اسلام کے تمام شعبوں کے عروج وارتقا، دارالافتا کے عمدہ واحسن انتظام، لائبریریوں کی آرائش وزیبائش، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی مسلسل اشاعت، رضا مسجد کی زیب وزینت، خانقاہ رضویہ کی تب وتاب اور عرس رضوی کے وسیع انتظامات میں دل کھول کر حصہ لیں ۔

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian" Printed at Raza Barqi Press, Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)